ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

اگست 2021ء - ذوالحجہ 1442ھ (جلد 18 شمارہ 12)

ماہنامہ التبلیغ راولپنڈی

جلد 18 شمارہ 12

اگست 2021ء - ذوالحجہ 1442ھ

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت

مفتی محمد یونس — مفتی محمد ناصر — مولانا طارق محمود

فی شمارہ.........35روپے

سالانہ.........400روپے

پبلشرز

محمد رضوان

سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط و کتابت کا پتہ

ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959

راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر

محمد شرجیل جاوید چوہدری

ایڈووکیٹ ہائی کورٹ

0323-5555686

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 400 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ "التبلیغ" حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہوجانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17

عقب پٹرول پمپ و چمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5702840

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

www.facebook.com/Idara Ghufran

ترتیب وتحریر

صفحہ

آئینۂ احوال...........قناعت اور حرص کے اثرات...........مفتی محمد رضوان 3

درسِ قرآن (سورہ آلِ عمران: قسط17)....ابراہیم علیہ السلام کے یہودی ونصرانی ہونے کی نفی....// // 5

درسِ حدیث .... موذی جانوروں کوقتل کرنے کا حکم.........// // 15

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

افادات وملفوظات..// // 20

نیکی کے متعلق اسلام کے تین بنیادی مطالبات (قسط:1)...............مولانا شعیب احمد 24

ماہِ جمادی الاولیٰ: دسویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات.....مولانا طارق محمود 28

علم کے مینار:............امت کے علماء وفقہاء (قسط6)........مفتی غلام بلال 30

تذکرۂ اولیاء:.....عمر رضی اللہ عنہ کا عوام سے سلوک (دوسرا حصہ).....مولانا محمد ریحان 33

پیارے بچو!..........................وہڑے کی خریداری..........................// // 38

بزمِ خواتین ....حضانت (پرورش) میں خواتین کے اختیارات (پہلا حصہ)...مفتی طلحہ مدثر 40

آپ کے دینی مسائل کا حل...''عمل بالحدیث'' کا حکم (قسط6)...ادارہ 47

کیا آپ جانتے ہیں؟........................ صحیح مسلم کے راوی

''فضیل بن مرزوق'' پر کلام..مفتی محمد رضوان 58

عبرت کدہ .... قومِ فرعون پر آنے والے

مختلف عذاب (آخری حصہ ششم)..مولانا طارق محمود 71

طب وصحت........................چاول.........حکیم مفتی محمد ناصر 77

اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب وروز.........................// // 79

اخبارِ عالم ...... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں...........مولانا غلام بلال 80

ماہنامہ ''التبلیغ'' جلد نمبر 18 (1442ھ) کی اجمالی فہرست........مولانا طارق محمود 82

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینۂ احوال

مفتی محمد رضوان

قناعت اور حرص کے اثرات

بچپن میں ہمارے والد صاحب رحمہ اللہ، درزی یعنی کپڑے سینے کا کام کیا کرتے تھے، اور وہ اس زمانے میں بہت سے لوگوں کے کپڑے مفت میں سی دیا کرتے تھے، جن لوگوں کے کپڑے وہ مفت میں سیا کرتے تھے، ان میں مختلف پیشہ سے تعلق رکھنے والے لوگ تھے، اوران کا طرزِ عمل بھی یہی تھا کہ وہ اپنے اپنے پیشہ کے لحاظ سے ہماری متعلقہ ضروریات کو مفت میں فراہم کردیا کرتے تھے، مثلاً جو ڈاکٹر تھے، وہ ہمارا مفت میں علاج معالجہ کیا کرتے تھے، جو نائی تھے، وہ مفت میں بال کاٹ دیا کرتے تھے، جو زراعت پیشہ تھے، وہ مختلف فصلوں کے موقع پر غلہ اور پھل وغیرہ ہمارے یہاں بھیج دیا کرتے تھے، اسی طرح جو معمار اور مستری وغیرہ تھے، وہ تعمیر اور لکڑی وغیرہ کا کام مفت میں کردیا کرتے تھے، اور اس طرح ایک دوسرے کی ضروریات میں کام آجایا کرتے تھے، اسی طرح اور بھی بہت سے لوگوں کے کام کاج ایک دوسرے کی مدد سے روپیہ پیسہ کے بغیر چلا کرتے تھے۔

اس زمانے میں تندور اور ہوٹلوں وغیرہ کا بھی زیادہ رواج نہ تھا، کسی کو روٹی، یا آٹے وغیرہ کی اچانک ضرورت پیش آجاتی، یا مہمانوں کی آمد ہوجاتی، تو پڑوس سے آٹا، روٹی وغیرہ، یہاں تک کہ چارپائی اور بستر تک مفت میں حاصل ہوجایا کرتے تھے، اس زمانے میں ایک دوسرے کی مدد وامداد اور خدمتِ خلق کا بڑا جذبہ لوگوں میں پایا جاتا تھا، اور اس زمانے میں مستریوں، مزدوروں وغیرہ کی دہاڑی اور پیسوں کی شکل میں مزدوری کے لین دین کا بھی زیادہ رواج نہ تھا، کام کرنے والے لوگوں کو کام کرنے والی جگہ میں وقت پر کھانا وغیرہ مل جاتا تھا، تو وہ اسی پر قناعت کرلیا کرتے اور اسی کو کافی سمجھ لیا کرتے تھے، یا دوسرے کے کسی احسان کا بدلہ چکا دیا کرتے تھے۔ تجارت، ملازمت وغیرہ کا بھی اس زمانے میں اس طرح کا عام رواج نہ تھا، جس طرح آج کے زمانے میں ہے، اُس زمانے میں گھر کا کوئی ایک فرد کام کاج کرلیا کرتا تھا، اور سب گھر والوں کی ضروریات بآسانی پوری

ہو جایا کرتی تھیں، منکرات اور حرص وطمع کا دور دورہ نہیں تھا۔

لیکن رفتہ رفتہ یہ سب کچھ بدلتا اور ختم ہوتا چلا گیا، قناعت کی جگہ حرص و ہوس نے لے لی، اور ضروریات کی جگہ سہولیات، بلکہ فضولیات، اور بے جا خواہشات اور اس سے بڑھ کر منکرات نے لے لی، اور اس طرح مال ودولت کی فراوانی ہونے کے باوجود، بے برکتی میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔

چنانچہ آج ہمارے معاشرے میں تقریباً ہر دوسرا شخص دن، رات محنت، مزدوری میں مصروف ہے، لیکن ''ہائے پیسہ اور ہائے مہنگائی'' وغیرہ کا رونا رونے سے جان نہیں چھوٹتی، اب ایک دوسرے کی مدد وامداد، اعانت اور خدمتِ خلق کا بھی صرف نام باقی رہ گیا ہے، مدد وامداد اور خدمتِ خلق وغیرہ کے پرکشش عنوانات کے پیچھے بھی اکثر وبیشتر مفاد پرستی اور مطلب پرستی کے زہریلے جراثیم چھپے ہوتے ہیں، جس کا نتیجہ ہے کہ ہر شخص دوسرے کی جیب کاٹ کر اپنی جیب بھرنے میں مصروف ہے، مال ودولت کی محبت اور حرص و ہوس میں بے حد وانتہاء اضافہ ہو گیا ہے، لوگوں نے جن چیزوں کو اپنی ضروریات خیال کر لیا ہے، ان میں بہت سی چیزیں، بے جا خواہشات وفضولیات، بلکہ منکرات کی فہرست میں آتی ہیں، اور ان میں کھانے پینے، رہنے سہنے اور پہننے سے لے کر تقریباً ہر شعبۂ زندگی کی بہت ساری چیزیں داخل ہیں، جو ادنیٰ غور وفکر کرنے سے ہر صاحبِ عقل کو بآسانی سمجھ آ سکتی ہیں، خاص طور پر آج کل جو پُرتکلف و پُرتعیش کھانوں، سواریوں، رہائشوں اور کپڑوں اور مختلف قسم کی تقریبات میں تصنع وتکلف اور ذرائع ابلاغ، میڈیا کے ذریعہ سے ''حرجے'' اور ''خرچے'' کے پہاڑ کا بوجھ ہر ایک کے سر پر کھڑا ہے، اس نے لوگوں کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے، اور حیرت یہ ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ لوگ، خود ہی اپنی شاہی اور فضول خرچیوں میں اضافہ کرتے جا رہے ہیں، اور جب ان فضولیات اور بے جا خواہشات کے تقاضے پورا کرنے کے لیے حلال و جائز طریقے کفایت نہیں کرتے، تو ان کو پورا کرنے کے لیے حرام وناجائز راستوں کا اختیار کرنا بھی یقینی ہے۔

اگر اس قسم کے تکلفات وتصنعات اور بے جا خواہشات کو ختم، یا کم کر دیا جائے، تو قناعت والی آسان زندگی، گزارنا اور تھوڑی آمدنی میں زیادہ کام چلانا اور گزر بسر کرنا، اور حرص وطمع سے بچنا ممکن ہو سکتا ہے۔ اللہ کرے کہ ایسا ہو۔ آمین۔

درسِ قرآن (سورہ آلِ عمران: قسط17، آیت نمبر65تا68) مفتی محمد رضوان

ابراہیم علیہ السلام کے یہودی ونصرانی ہونے کی نفی

یٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوۡنَ فِىۡۤ اِبۡرٰهِيۡمَ وَمَاۤ اُنۡزِلَتِ التَّوۡرٰىةُ وَالۡاِنۡجِيۡلُ اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِهٖ‌ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ (65) هٰۤاَنۡتُمۡ هٰٓؤُلَاۤءِ حَاجَجۡتُمۡ فِيۡمَا لَـكُمۡ بِهٖ عِلۡمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوۡنَ فِيۡمَا لَـيۡسَ لَـكُمۡ بِهٖ عِلۡمٌ‌ ؕ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ وَاَنۡـتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ (66) مَا كَانَ اِبۡرٰهِيۡمُ يَهُوۡدِيًّا وَّلَا نَصۡرَانِيًّا وَّلٰكِنۡ كَانَ حَنِيۡفًا مُّسۡلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ (67) اِنَّ اَوۡلَى النَّاسِ بِاِبۡرٰهِيۡمَ لَـلَّذِيۡنَ اتَّبَعُوۡهُ وَهٰذَا النَّبِىُّ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا‌ ؕ وَاللّٰهُ وَلِىُّ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ (68)

(سورہ آلِ عمران، آیت نمبر65تا68)

ترجمہ: اے اہلِ کتاب! کیوں حجت کرتے ہو تم، ابراہیم کے بارے میں (کہ وہ یہودی، یا عیسائی تھے) اورنہیں نازل کی گئی تورات اور انجیل، مگر اس (ابراہیم) کے بعد، کیا پس تم عقل نہیں رکھتے (65) تم وہی لوگ ہو کہ حجت کی تم نے، اس چیز میں کہ تھا، تم کو اس کا علم، پس کیوں حجت کرتے ہو تم، اس چیز کے بارے میں کہ نہیں ہے، تم کو اس کا علم، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے (66) نہیں تھے ابراہیم یہودی اور نہ نصرانی اور لیکن تھے وہ یکسو (موحد) مسلم اور نہیں تھے وہ مشرکوں میں سے (67) بے شک لوگوں میں سب سے زیادہ قریب ابراہیم کے، یقیناً وہ لوگ ہیں، جنہوں نے اتباع کی ان کی اور یہ نبی اور وہ لوگ ہیں، جو ایمان لائے اور اللہ ولی ہے مومنوں کا (68)

تفسیر وتشریح

اہلِ کتاب، جن کو یہود ونصاریٰ کہا جاتا ہے، اور نصاریٰ، جن کو ''عیسائی'' کہا جاتا ہے، اور اسی طرح مشرکینِ مکہ، سب ہی یہ دعویٰ کیا کرتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے دین، اور ان کے

www.idaraghufran.org

طریقہ پر تھے، ان کے اس طرح کے دعووں کا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مختلف مواقع پر ذکر کر کے ان کی نہایت حکیمانہ انداز میں تردید فرمائی ہے۔

مذکورہ آیات میں بھی اہلِ کتاب کے اس طرح کے دعوے کا ذکر اور اس کی تردید ہے۔

چنانچہ مندرجہ بالا آیات میں سے پہلی آیت میں ارشاد ہے کہ:

”یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ وَمَاۤ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِیْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ“

ترجمہ: اے اہلِ کتاب کیوں حجت کرتے ہو تم، ابراہیم کے بارے میں (کہ وہ یہودی، یا عیسائی تھے) اور نہیں نازل کی گئی تورات اور انجیل، مگر اس (ابراہیم) کے بعد، کیا پس تم عقل نہیں رکھتے“

مطلب یہ ہے کہ اہلِ کتاب یعنی یہود اور نصاریٰ کا ابراہیم علیہ السلام کو اپنے دین کا پیروکار بتلانا، اور اس پر کٹ حجتی کرنا، سراسر عقل کے خلاف ہے، کیونکہ تورات اور انجیل تو حضرت ابراہیم کے عرصۂ دراز کے بعد نازل ہوئیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام تو حضرت موسیٰ سے بہت پہلے ہوئے ہیں، جن کے پیروکار ہونے کا ”یہودی“ دعویٰ کرتے ہیں، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو اس سے بھی زیادہ پہلے ہوئے ہیں، جن کے پیروکار ہونے کا ”نصاریٰ“ دعویٰ کرتے ہیں، حضرت ابراہیم اور ان کی ملت حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی بعثت اور شریعت سے مقدم تھی، تو پھر حضرت ابراہیم کی طرف یہودیت اور نصرانیت کی نسبت کیسے ممکن ہوسکتی ہے، اور جو طریقے حضرت ابراہیم کے سینکڑوں سال بعد ظاہر ہوے، حضرت ابراہیم ان کے پیروکار و کیسے ہوسکتے ہیں؟ کیا تم کو اتنی عقل نہیں کہ ایسی باطل بات زبان سے نکالتے ہو۔

اور مندرجہ بالا آیات میں سے دوسری آیت میں ارشاد ہے کہ:

”هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِیْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِیْمَا لَیْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ“

ترجمہ: تم وہی لوگ ہو کہ حجت کی تم نے، اس چیز میں کہ تھا، تم کو اس کا علم، پس کیوں حجت کرتے ہو تم، اس چیز کے بارے میں کہ نہیں ہے، تم کو اس کا علم، اور اللہ جانتا ہے

اورتم نہیں جانتے‘‘

مطلب یہ ہے کہ تم ہی وہ لوگ ہو، جو اس چیز میں جھگڑا،اور کٹ حجتی کر چکے ہو جس کا تمہیں علم تھا، یعنی حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کے حالات اور نبی آخرالزمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت،اورآخری زمانہ میں آمد وغیرہ کی تمہیں خبر تھی،لیکن تم اس معلوم شدہ چیز کے متعلق کٹ حجتی کر چکے ہو،اورحق کو چھپا چکے ہو۔

پس تم اس چیز میں کیوں جھگڑا،اور کٹ حجتی کرتے ہو،جس کا تمہیں علم ہی نہیں،یعنی حضرت ابراہیم کا کیا مذہب تھا،ایسی چیز میں حجت کرنے کا تو کوئی ’’تک‘‘ ہی نہیں بنتا،لیکن چونکہ تم سرے سے انکارِ حق اور کٹ حجتی کرنے والے لوگ ہو، جو معلوم شدہ چیز کے برخلاف بھی حجت کرتے رہے،اس لیے تم سے خیر کی توقع نہیں۔

اورابراہیم علیہ السلام،کس کے پیروکار تھے،اس کو اللہ جانتا ہے،تم نہیں جانتے اور جس چیز کو آدمی نہ جانتا ہو، اس کو چاہیے کہ اس کے علم کو اللہ کے سپرد کرے،اور اللہ،حضرت ابراہیم کا جو دین اور مذہب،اورطریقہ بتلائے،اس کو مان لینا چاہیے۔

چنانچہ مندرجہ بالا آیات میں سے تیسری آیت میں ارشاد ہے کہ:

’’مَا كَانَ اِبۡرٰهِيۡمُ يَهُوۡدِيًّا وَّلَا نَصۡرَانِيًّا وَّلٰكِنۡ كَانَ حَنِيۡفًا مُّسۡلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ‘‘

ترجمہ:نہیں تھے ابراہیم یہودی اور نہ نصرانی اور لیکن تھے وہ یکسو(موحد) مسلم اور نہیں تھے وہ،مشرکوں میں سے‘‘

اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین ومذہب،اوران کا طریقہ بتلایا گیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی،لیکن حنیف تھے،یعنی سب طرف سے بے زار ہو کر صرف ایک اللہ کے فرمانبردار اور تابعدار تھے اور شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے، بلکہ موحد اور مسلم تھے۔حنیف کا مطلب ہے سب باطل راہوں کو چھوڑ کر راہِ حق پکڑنا اور سب طرف سے ہٹ کر ایک طرف یعنی اللہ کا ہو جانا اور مسلم کے معنیٰ فرمانبردار اور تابعدار کے ہیں۔

اور اہلِ کتاب نہ تو موحد ہیں اور نہ حنیف ہیں اور نہ مسلم ہیں، بلکہ شرک میں مبتلا ہیں،نفسانی

خواہشوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں، احکامِ الٰہی کو پس پشت ڈال کر ''ثالثِ ثلاثہ'' یعنی تین معبودوں کا عقیدہ رکھتے ہیں، اور حضرت عزیر اور حضرت مسیح کو ''ابنُ اللہ'' کہتے ہیں، بھلا کسی نبی کے مذہب میں ایسے کام کیسے جائز ہو سکتے ہیں، اور تم کو یہ دعویٰ کرنے کا حق کیسے پہنچ سکتا ہے کہ ہم ملتِ ابراہیمی پر ہیں؟

اور مندرجہ بالا آیات میں سے چوتھی آیت میں ارشاد ہے کہ:

''اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرٰهِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِیُّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاللّٰهُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ''

ترجمہ: بے شک لوگوں میں سب سے زیادہ قریب ابراہیم کے، یقیناً وہ لوگ ہیں، جنہوں نے اتباع کی ان (ابراہیم) کی اور یہ نبی اور وہ لوگ ہیں، جو ایمان لائے اور اللہ ولی ہے مومنوں کا''

مطلب یہ ہے کہ تمام لوگوں میں سے ملت اور مذہب کے اعتبار سے حضرت ابراہیم کے ساتھ سب سے زیادہ قریب اور خصوصیت رکھنے والے، اول تو وہ لوگ تھے، جنہوں نے حضرت ابراہیم کے وقت میں ان کی اتباع اور پیروی کی، وہ آپ کی امت کے لوگ تھے، اور بلا شبہ آپ کے دین پر تھے اور پھر اِس دور میں نبی آخرالزماں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان، دراصل حضرت ابراہیم کے سب سے زیادہ قریب ہیں کہ جن کی شریعت کے اکثر احکام ''ملتِ ابراہیمی'' کے موافق ہیں، اللہ کو ایک مانتے ہیں اور قربانی اور ختنہ کرتے ہیں اور جن باتوں میں حضرت ابراہیم کی آزمائش ہوئی تھی اور حضرت ابراہیم اس پر پورے اترے تھے، مسلمان ان احکام کو ادا کرتے ہیں اور اللہ مسلمانوں کا ولی اور کارساز ہے اور جس کا ولی وکارساز، اللہ ہو، اس پر کسی کا داؤ نہیں چل سکتا اور نہ اس کو کوئی راہِ حق سے ہٹا سکتا ہے۔

قرآن مجید کی دوسری آیات میں بھی اہلِ کتاب، اور مشرکینِ مکہ کے اس طرح کے دعووں کا ذکر اور ان کی تردید کی گئی ہے۔

چنانچہ سورہ بقرہ کی یہ آیات پہلے گذر چکی ہیں:

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ . قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ . فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا (سورة البقرة، رقم الآيات ۱۳۵ الیٰ ۱۳۷)

ترجمہ: اور یہ لوگ (یہودی وعیسائی مسلمانوں سے) کہتے ہیں کہ تم یہودی یا عیسائی ہو جاؤ، تم ہدایت پالو گے، آپ کہہ دیجیے بلکہ ہم تو ملتِ ابراھیمی کی پیروی کریں گے ، جو سیدھے راستے پر تھے اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہیں تھے۔ تم کہہ دو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اُس (کلام) پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا، اور جو نازل کیا گیا ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولادوں کی طرف، اور جو عطا کیا گیا موسیٰ کو اور عیسیٰ کو، اور جو عطا کیا گیا دوسرے نبیوں کو، ان کے رب کی طرف سے، ہم فرق نہیں کرتے کسی کے درمیان بھی اُن میں سے اور ہم اُسی (وحدہٗ لاشریک) کے لیے فرمانبردار ہیں۔ پھر اگر یہ لوگ (بھی) اسی طرح ایمان لے آئیں، جیسے تم ان (رسولوں پر نازل شدہ کتابوں) پر ایمان لائے ہو، تو یہ لوگ (واقعی) ہدایت پا جائیں گے (سورہ بقرۃ)

اور سورہ بقرہ کی یہ آیت بھی پہلے گذر چکی ہے کہ:

اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (سورة البقرة، رقم الآیة ۱۴۰)

ترجمہ: کیا تم لوگ یہ کہتے ہو کہ ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولادیں، یہودی، یا نصرانی تھے؟ آپ کہہ دیجیے کہ کیا تم لوگ زیادہ جانتے ہو، یا اللہ؟ اور اُس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جو ایسی گواہی کو چھپائے، جو اس کے پاس اللہ کی طرف سے موجود ہو (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی ہونا) اور نہیں ہے اللہ غافل، اُن

کاموں سے جو تم لوگ کرتے ہو (سورہ بقرۃ)

اور سورہ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ صَدَقَ اللَّهُ فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ (سورة آلِ عمران، رقم الآية ۹۵)

ترجمہ: آپ کہہ دیجیے کہ سچ فرمایا اللہ نے، پس اتباع کرو تم ابراہیم کے دین کی، جو یکسو (اور موحد) تھے، اور نہیں تھے وہ مشرکوں میں سے (سورہ آلِ عمران)

اور سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَاتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا (سورة النساء، رقم الآية ۱۲۵)

ترجمہ: اور کون ہوگا زیادہ اچھا، دین کے اعتبار سے، اس شخص کے مقابلے میں جس نے جھکا دیا اپنے چہرہ کو اللہ کے لیے، اور وہ نیک کام کرنے والا بھی ہو، اور اتباع کی ہو اس نے ابراہیم کے دین کی، جو یکسو (اور موحد) تھے، اور بنا لیا اللہ نے ابراہیم کو خلیل (سورہ نساء)

اور سورہ انعام میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ إِنَّنِي هَدَانِي رَبِّي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ دِينًا قِيَمًا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ (سورة الأنعام، رقم الآية ۱۶۱)

ترجمہ: کہہ دیجیے آپ کہ بے شک مجھے ہدایت عطا فرمائی، میرے رب نے صراطِ مستقیم کی طرف، جو سیدھا دین ہے، ابرہیم کا دین ہے، جو یکسو (اور موحد) تھے، اور نہیں تھے وہ مشرکوں میں سے (سورہ انعام)

اور سورہ نحل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلَّهِ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ. شَاكِرًا لِأَنْعُمِهِ اجْتَبَاهُ وَهَدَاهُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ. وَآتَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ. ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ (سورة النحل، رقم الأيات ۱۲۰ الیٰ ۱۲۳)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: بے شک ابراہیم تھا ایک امت، فرمانبرداری کرنے والا اللہ کی، جو یکسو (اور موحد) تھا، اورنہیں تھا وہ مشرکوں میں سے، شکر کرنے والا تھا، اُس کی نعمتوں کا، منتخب فرما لیا تھا اس (اللہ) نے اس (ابراہیم) کو اور ہدایت دی تھی اس کو صراطِ مستقیم کی طرف، اورعطا کی تھی ہم نے اس کو دنیا میں اچھائی، اور بے شک وہ آخرت میں یقیناً نیک صالح لوگوں میں سے ہے، پھر وحی کی ہم نے آپ کی طرف، اس بات کی کہ اتباع کریں آپ ابراہیم کے دین کی، جو یکسو (اور موحد) تھے، اورنہیں تھے وہ مشرکوں میں سے (سورہ نحل)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت ہے کہ:

أَنَّ زَيْدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ خَرَجَ إِلَى الشَّأْمِ يَسْأَلُ عَنِ الدِّينِ، وَيَتْبَعُهُ، فَلَقِيَ عَالِمًا مِنَ اليَهُودِ فَسَأَلَهُ عَنْ دِينِهِمْ، فَقَالَ :إِنِّي لَعَلِّي أَنْ أَدِينَ دِينَكُمْ، فَأَخْبِرْنِي، فَقَالَ :لاَ تَكُونُ عَلَى دِينِنَا حَتَّى تَأْخُذَ بِنَصِيبِكَ مِنْ غَضَبِ اللَّهِ، قَالَ زَيْدٌ مَا أَفِرُّ إِلَّا مِنْ غَضَبِ اللَّهِ، وَلاَ أَحْمِلُ مِنْ غَضَبِ اللَّهِ شَيْئًا أَبَدًا، وَأَنَّى أَسْتَطِيعُهُ فَهَلْ تَدُلُّنِي عَلَى غَيْرِهِ، قَالَ :مَا أَعْلَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ حَنِيفًا، قَالَ زَيْدٌ :وَمَا الحَنِيفُ؟ قَالَ :دِينُ إِبْرَاهِيمَ لَمْ يَكُنْ يَهُودِيًّا، وَلاَ نَصْرَانِيًّا، وَلاَ يَعْبُدُ إِلَّا اللَّهَ. فَخَرَجَ زَيْدٌ فَلَقِيَ عَالِمًا مِنَ النَّصَارَى فَذَكَرَ مِثْلَهُ، فَقَالَ :لَنْ تَكُونَ عَلَى دِينِنَا حَتَّى تَأْخُذَ بِنَصِيبِكَ مِنْ لَعْنَةِ اللَّهِ، قَالَ :مَا أَفِرُّ إِلَّا مِنْ لَعْنَةِ اللَّهِ، وَلاَ أَحْمِلُ مِنْ لَعْنَةِ اللَّهِ، وَلاَ مِنْ غَضَبِهِ شَيْئًا أَبَدًا، وَأَنَّى أَسْتَطِيعُ فَهَلْ تَدُلُّنِي عَلَى غَيْرِهِ، قَالَ :مَا أَعْلَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ حَنِيفًا، قَالَ :وَمَا الحَنِيفُ؟ قَالَ :دِينُ إِبْرَاهِيمَ لَمْ يَكُنْ يَهُودِيًّا وَلاَ نَصْرَانِيًّا ، وَلاَ يَعْبُدُ إِلَّا اللَّهَ، فَلَمَّا رَأَى زَيْدٌ قَوْلَهُمْ فِي إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ خَرَجَ، فَلَمَّا بَرَزَ رَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ :اللَّهُمَّ إِنِّي أَشْهَدُ أَنِّي عَلَى دِينِ إِبْرَاهِيمَ (صحيح البخارى، رقم الحديث : ٣٨٢٧)

ترجمہ: زید بن عمرو بن نفیل دینِ حق کی تلاش واتباع میں ملکِ شام کی طرف گئے، تو

ایک یہودی عالم سے ملاقات ہوئی، زید بن عمرو نے ان کے مذہب کے بارے میں پوچھا اور کہا کہ ممکن ہے میں تمہارا دین اختیار کرلوں، لہٰذا تم مجھے اپنے دین کے بارے میں خبر دو، اُس یہودی عالم نے کہا کہ تم اس وقت تک ہمارے دین پر نہیں ہو سکتے، جب تک غضبِ الٰہی سے اپنا حصہ نہ لے لو، زید بن عمرو نے کہا کہ میں تو غضبِ الٰہی سے ہی بھاگتا ہوں، اور اس کے غضب کو کبھی برداشت نہیں کرسکتا اور نہ مجھ میں اس کی طاقت ہے، تو کیا تم مجھے کوئی دوسرا مذہب بتا سکتے ہو، اس نے کہا کہ میں حنیف کے سوا اور کوئی مذہب (تمہارے لئے) نہیں جانتا، زید بن عمرو نے کہا کہ حنیف کیا چیز ہے؟ اس یہودی عالم نے کہا کہ حنیف دراصل دینِ ابراہیمی ہے، اور حضرت ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی تھے، اور وہ اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہیں کرتے تھے۔

پس زید بن عمرو وہاں سے نکل آئے، پھر نصاریٰ کے ایک عالم سے ملاقات کی اور زید نے اُس نصرانی عالم سے بھی یہی بات ذکر کی (جو یہودی عالم سے ذکر کی تھی) نصرانی عالم نے کہا کہ تم ہمارے دین پر اس وقت تک نہیں آسکتے، جب تک تم اللہ کی لعنت سے اپنا حصہ نہ لے لو، زید بن عمرو نے کہا کہ میں تو اللہ کی لعنت سے بھاگتا ہوں اور اللہ کی لعنت وغضب کو میں کبھی برداشت نہیں کرسکتا اور نہ مجھ میں اس کی طاقت ہے، کیا تم کوئی دوسرا مذہب بتا سکتے ہو؟ اس نے کہا کہ میں تمہارے لئے حنیف کے سوا اور کوئی مذہب نہیں جانتا، زید بن عمرو نے کہا کہ حنیف کیا چیز ہے؟ اس نصرانی عالم نے کہا کہ وہ دینِ ابراہیمی ہے، جو کہ نہ تو یہودی تھے اور نہ نصرانی تھے، اور وہ اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہیں کرتے تھے، پھر جب زید نے ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ان دونوں کی بات سن لی، تو وہاں سے چل دیے، جب باہر آئے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا کہ اے اللہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں دینِ ابراہیمی پر ہوں" (بخاری)

حضرت اسماء بنتِ ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

رَأَيْتُ زَيْدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ قَائِمًا مُسْنِدًا ظَهْرَهُ إِلَى الْكَعْبَةِ يَقُولُ: يَا

مَعَاشِرَ قُرَيْشٍ، وَاللَّهِ مَا مِنْكُمْ عَلَى دِينِ إِبْرَاهِيمَ غَيْرِى (صحيح البخارى ، رقم الحديث : ٣٨٢٨)

ترجمہ: میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو کعبہ سے اپنی پشت لگائے کھڑا ہوا دیکھا، وہ کہہ رہے تھے کہ اے قریش کے گروہ! اللہ کی قسم، تم میں سے کوئی بھی دینِ ابراہیمی پر نہیں، سوائے میرے (بخاری)

''زید بن عمرو بن نفیل'' قریشِ مکہ میں امتیازی طور پر مومن وموحد کی شان رکھتے تھے۔

'' زید بن عمرو بن نفیل'' کی وفات، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے تقریباً پانچ سال قبل، جس سال قریش نے بیت اللہ کو تعمیر کیا، اس سال ہوگئی تھی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک مستقل امت ہو کر اٹھنے کا جو فرمایا، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس زمانے میں ان کی توحید وعبادتِ الٰہی کے ہم مشرب، دوسرے لوگ نہیں تھے، کیونکہ ان کے زمانے میں بہت کم لوگ ہی دینِ ابراہیمی اور توحید پر تھے، اور اکثر اہلِ جاہلیت، شرک وکفر میں مبتلا تھے، اور وہ اپنے شرک وکفر پر معذور نہ تھے، بلکہ قابلِ مواخذہ تھے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَوَّلُ مَنْ غَيَّرَ دِينَ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَمْرُو بْنُ لُحَيِّ بْنِ قَمَعَةَ بْنِ خِنْدِفَ أَبُو خُزَاعَةَ (المعجم الكبير،للطبرانى ، رقم الحديث : ١٠٨٠٨)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلا شخص جس نے ابراہیم علیہ السلام کے دین کو تبدیل کیا، وہ ''عمرو بن لحی بن قمعة بن خندف ابو خزاعة'' ہے (طبرانی)

''عمرو بن لحی'' کی وفات زمانۂ جاہلیت میں ہوگئی تھی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جہنم کے سخت عذاب میں مبتلا دیکھا، جس کی وجہ اس کا شرک میں مبتلا ہونا، بلکہ عرب میں مخصوص بت پرستی کی بنیاد ڈالنا تھی۔

جلد1

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...معینُ المفتی
(2)...رَفْعُ التَّشْکِیْکِ عَنْ حِیْلَةِ التَّمْلِیْکِ
(3)...غیر حنفی کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا حکم
(4)...اَلْمَشَاکِلُ الْحَاضِرَةُ فِیْ حُرْمَةِ الْمُصَاهَرَةِ
(5)...تحقیق طلاق بالکتابة والاکراہ
(6)...مجنون، غضبان اور سکران کی طلاق

مصنّف
مفتی محمد رضوان

جلد2

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق
(2)... کشفُ الغطاء عن وقتِ الفجر والعشاء
(3)...اشکالیات فلکیة وفقهیة حول تحدید مواقیت الصلاة.
(4)... کیفیةُ التحقق من صحة مواقیت الصلاة فی التقاویم.

مصنّف
مفتی محمد رضوان

جلد3

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...النظر والفکر فی مبدء السفر والقصر
(2)...بِدَایَةُ السَّفَرِ وَالْقَصْرِ فِیْ حَالَةِ الْحَضَرِ وَالْمِصْرِ
(3)...منعُ مبدءِ السفر قبل مبدءِ القصر
(4)...جڑواں شہروں (Twin cities) میں سفر وقصر کا حکم
(5)...محرَم کے بغیر سفر کا حکم

مصنّف
مفتی محمد رضوان

جلد4

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...خوارج سے متعلق احادیث کی تحقیق
(2)...کفار کے مخاطب بالفروع ہونے کا حکم
(3)...غیرُ اللہ کی نذر ونیاز وذبح کا حکم
(4)...رؤیتِ باری تعالیٰ
(5)...قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کا حکم
(6)...خواب میں زیارتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم
(7)...محفلِ حُسنِ قرائت کا حکم

مصنّف
مفتی محمد رضوان

جلد5

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...پاکستان کی موجودہ رؤیتِ ہلال کمیٹی کی شرعی حیثیت
(2)...مقدس اوراق کا حکم
(3)...قرآن مجید کو بغیر وضو چھونے کا حکم
(4)...خیرُ بِقاعِ الارض کی تحقیق (یعنی شرعاً افضل ترین قطعۂ زمین کون سا ہے؟)

مصنّف
مفتی محمد رضوان

جلد6

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...مجالسِ ذکر اور اجتماعی ذکر
(2)...جمعہ کے دن دُرود پڑھنے کی تحقیق

مصنّف
مفتی محمد رضوان

جلد7

علمی و تحقیقی رسائل

متبرک مقامات وآثار کے فضائل واحکام سے متعلق
13 علمی، فقہی وتحقیقی رسائل کا مجموعہ

مصنّف
مفتی محمد رضوان

جلد8

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...اجتہادی اختلاف اور باہمی تعصب
(2)...تفرّد کی حقیقت

مصنّف
مفتی محمد رضوان

جلد9

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...تمباکو نوشی کے احکام
(2)...ضرورت وحاجت اور استقراض بالربح کی تحقیق
(3)...حمد ونعت اور اس کی شرائط
(4)...نام رکھنے کے عربی قواعد
(5)...انگور، کھجور ودیگر اشیاء کے نبیذ اور جوس وغیرہ کی تحقیق
(6)...بالوں میں وصل کی تحقیق
(7)...دَف کی تحقیق

مصنّف
مفتی محمد رضوان

جلد10

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...پانی وڈھیلے سے استنجاء کی تحقیق
(2)...نیند سے وضو ٹوٹنے کی تحقیق
(3)...حرمت ونجاست سے متعلق اصول
(4)...تحقیق مسحِ رقبة
(5)...نماز کے وقت سوتے رہ جانا اور طلوع وغروب کے وقت نماز پڑھنا
(6)...نماز میں ہاتھ باندھنے کا طریقہ
(7)...خواتین کی امامت وجماعت کا شرعی حکم
(8)...بوقتِ خطبہ آنے والے کو تحیةُ المسجد کا شرعی حکم
(9)...صلاةُ التسبیح سے متعلق احادیث وروایات کی تحقیق

مصنّف
مفتی محمد رضوان

جلد15

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...حقوق النبی صلی اللہ علیہ وسلم
(2)...سابِّ رسول کی سزا، وتوبہ

مصنّف
مفتی محمد رضوان

جلد16

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...جمعہ کے لیے جلدی جانے کی فضیلت کا وقت
(2)...اذانِ جمعہ پر سعی کی تحقیق
(3)...بروز جمعہ، نمازِ جمعہ وظہر کے مخصوص مسئلہ کی تحقیق
(4)...جمعہ میں اذنِ عام وحاکم کی تحقیق
(5)...تعددِ جمعہ واذنِ عام کی حقیقت

مصنّف
مفتی محمد رضوان

ملنے کا پتہ

کتب خانہ: ادارہ غفران، چاہ سلطان، گلی نمبر 17 راولپنڈی
فون: 051-5507270

درسِ حدیث مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

موذی جانوروں کو قتل کرنے کا حکم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: خَمْسٌ فَوَاسِقُ، یُقْتَلْنَ فِی الْحِلِّ وَالْحَرَمِ :اَلْحَیَّةُ، وَالْغُرَابُ الْأَبْقَعُ، وَالْفَأْرَةُ، وَالْکَلْبُ الْعَقُورُ، وَالْحُدَیَّا

(مسلم،رقم الحدیث ۱۱۹۸"۶۷")

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ فاسق جانوروں کو حرم اور غیر حرم (ہر جگہ) قتل کیا جائے گا، ایک سانپ، اور دوسرے ایسا کوا جو کہ ابقع ہو، اور تیسرے چوہا، اور چوتھے کاٹنے والا کتا، اور پانچویں چیل (مسلم)

فقہائے کرام نے ان پانچ جانوروں کے حکم میں دوسرے، ایسے جانورں کو بھی شامل کیا ہے، جن میں مذکورہ جانوروں والے معنیٰ، یا علت پائی جاتی ہو۔

حنفیہ اور بعض دیگر فقہاء کے نزدیک اس حکم میں مچھر، مکھی وغیرہ بھی داخل ہیں، کیونکہ وہ بھی عادتاً موذی شمار ہوتے ہیں۔

(ملاحظہ ہو:القبس فی شرح موطأ مالک بن أنس،ص ۱۱۵۲ ،ما جاء فی الحیاتِ ،تیسیر العلام شرح عمدة الأحکام،ص ۳۸۹،باب ما یجوز قتله ،الفِقْهُ الإسلامیُّ وأدلَّتُهُ، ج۳،ص ۲۳۱۱ ،القسم الأول :العبادات ،الباب الخامس :الحج والعمرة،الفصل الأول :أحکام الحج والعمرة،المبحث العاشر۔ محظورات الإحرام أو ممنوعاته، ومباحاته،الأصل الرابع۔ الصید ،الاختیار لتعلیل المختار، ج ۱،ص ۱۴۵ ،فصل ما یستحب فعله لمن أراد أن یحرم،تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، ج ۲،ص ۶۶ ،باب الجنایات فی الحج)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

إِنَّ اللّٰهَ کَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوْا الذَّبْحَ وَلْیُحِدَّ أَحَدُکُمْ شَفْرَتَهُ فَلْیُرِحْ ذَبِیْحَتَهُ (مسلم ،رقم

الحديث ١٩٥٥ "٥٧"، كتاب الصيد والذبائح، باب الأمر بإحسان الذبح والقتل وتحديد الشفرة)

ترجمہ: اللہ نے ہر چیز کے ساتھ احسان (نیکی) کرنے کو ضروری فرمایا ہے، لہٰذا جب تم (کسی کو شرعی ضرورت سے) قتل کیا کرو، تو اچھے طریقے سے قتل کیا کرو، اور جب تم (کسی جانور کو جائز غرض سے) ذبح کیا کرو، تو اچھے طریقے سے ذبح کیا کرو، اور تم میں سے جو کوئی ذبح کیا کرے، وہ اپنی چھری کو تیز کرلیا کرے، اور اپنے ذبیحہ کو آرام پہنچایا کرے (مسلم)

مطلب یہ ہے کہ جب شرعی ضرورت کے تحت کسی انسان، یا جانور کو قتل کیا جائے، تو ایسے طریقے سے قتل کرنا چاہئے کہ وہ جلد از جلد فوت ہوجائے، اور اس کی روح پرواز کرجائے، اس کو بے جا تکلیف نہ پہنچائی جائے (ملاحظہ ہو: فیض القدیر للمناوی، تحت رقم الحدیث ١٧٦١)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَنْ قَتَلَ وَزَغَةً فِي أَوَّلِ ضَرْبَةٍ فَلَهُ كَذَا وَكَذَا حَسَنَةً، وَمَنْ قَتَلَهَا فِي الضَّرْبَةِ الثَّانِيَةِ فَلَهُ كَذَا وَكَذَا حَسَنَةً، لِدُونِ الْأُولَى، وَإِنْ قَتَلَهَا فِي الضَّرْبَةِ الثَّالِثَةِ فَلَهُ كَذَا وَكَذَا حَسَنَةً، لِدُونِ الثَّانِيَةِ (مسلم، رقم الحديث ٢٢٤٠ "١٤٦" كتاب السلام، باب استحباب قتل الوزغ)

ترجمہ: رسول اللہ نے فرمایا، جس نے گرگٹ کو پہلی ضرب میں مار دیا، تو اس کو اتنی اور اتنی نیکیاں حاصل ہونگی، اور جس نے دوسری ضرب میں مارا، تو اس کو اتنی اور اتنی نیکیاں حاصل ہونگی، جو پہلی ضرب میں مارنے سے کم ہونگی، اور جس نے اس کو تیسری ضرب میں مارا، تو اس کو اتنی اور اتنی نیکیاں حاصل ہونگی، جو دوسری ضرب میں مارنے سے کم ہونگی (مسلم)

اس قسم کی احادیث سے فقہائے کرام نے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ جو جانور موذی ہو، اس کو قتل کرنے میں جلدی کی جائے، تاخیر نہ کی جائے کہ ممکن ہے، تاخیر کی وجہ سے وہ بچ کر نکل جائے، اور زندہ رہ

کر ایذ ءرسانی کا باعث بنے۔

اسی طرح جہاں تک ممکن ہو، موذی جانور کو قتل کرنے کا جلدی کام تمام کیا جائے، اور تڑپا تڑپا کر نہ مارا جائے (ملاحظہ ہو: المفہم لما أشکل من تلخیص کتاب مسلم، ج ۵، ص ۵۴۱، باب قتل الأوزاغ وکثرۃ ثوابہ فی أول ضربۃ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ " :مَثَلِي وَمَثَلُ النَّاسِ، كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَوْقَدَ نَارًا، فَجَعَلَ الفَرَاشُ وَهَذِهِ الدَّوَابُّ تَقَعُ فِي النَّارِ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۳۴۲۶)

ترجمہ: انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری مثال اور لوگوں کی مثال اس آدمی کی طرح ہے، جس نے آگ کو جلایا، پھر مکھی مچھر، اور یہ حشرات اس آگ میں جانے لگے (بخاری)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مکھی، مچھر، اور دیگر بہت سے پروانے عادتاً آگ میں جا کر مر جاتے ہیں۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آگ جلانے والا، اس کا مجرم ومباشر نہیں ہوتا۔

اس قسم کی احادیث سے فقہائے کرام نے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ اگر کوئی ناپاک وحرام چیز، کسی جگہ رکھدے، جہاں سے جانور اس کو کھالے، یا مثلاً کوئی شخص برقی آلہ کسی جگہ نصب کردے، جس میں حشرات خود آکر مر جائیں، تو یہ اس جانور، یا حشرات کا اپنا فعل شمار ہوگا، اور انسان کو اس کا مباشر، یا فاعل قرار نہیں دیا جائے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : عُمْرُ الذُّبَابِ أَرْبَعُوْنَ لَيْلَةً ، وَالذُّبَابُ كُلُّهُ فِي النَّارِ إِلَّا النَّحْلُ (مسند ابی یعلیٰ الموصلی، رقم الحدیث ۴۱۳۱) [1]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مکھیوں کی عمر (اوسطاً) چالیس راتیں ہوتی ہے، اور تمام مکھیاں جہنم میں ہونگیں، سوائے شہد کی مکھی کے (ابویعلیٰ)

---

[1] قال حسین سلیم أسد الدارانی: إسنادہ حسن (حاشیۃ مسند ابی یعلیٰ)

اورحضرت ابنِ عمررضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد ان الفاظ میں مروی ہے کہ:

كُلُّ الذُّبَابِ فِي النَّارِ إِلَّا النَّحْلَ ,وَكَانَ يَنْهَى عَنْ قَتْلِهِنَّ ,وَ إِحْرَاقِ الطَّعَامِ(مصنف عبدالرزاق ،رقم الحديث ۹۴۱۵ ، كتاب الجهاد، باب القتل بالنار)

ترجمہ: تمام مکھیاں جہنم میں ہونگیں،سوائے شہد کی مکھی کے،اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد کی مکھیوں کوقتل کرنے ،اور کھانے کوجلانے سے منع فرمایا ہے(عبدالرزاق)

شہد کی مکھی کے علاوہ عام مکھیاں،اور مچھر ودیگر ان جیسے حشرات میل وکچیل، گندگی ، غلاظت ،اور انسانی صحت پر مضر اثرات مرتب کرنے والی چیزوں سے پیدا ہوتے ہیں،اور وہ پھر انسانی صحت کے لئے مختلف شکلوں میں ضرر کا باعث ہوتے ہیں،اور جہنم گندی اور غلیظ جگہ ہے، جہاں انسانوں کے لیے تعذیب کی ضرورت ہے،اس لئے وہ مکھیاں،انسانوں کی تعذیب کے لیے جہنم میں ہوں گی۔

برخلاف شہد کی مکھی کے کہ اس کی نہ تو پیدائش غلاظت میں ہوتی ہے،اور نہ ہی اس کی غذاء گندی اور غلیظ ہوتی ہے، بلکہ اس کی غذاء نہایت پاکیزہ اور لطیف ہوتی ہے،اور یہ گندگی اور غلاظت سے اجتناب کرتی ہے،اور یہ انسانوں کے لیے عمدہ شہد تیار کرتی ہے، جوغذا کے ساتھ عمدہ دوا کا کام بھی دیتا ہے۔اس لیے شہد کی مکھیوں کوتو قتل کرنے سے منع کیا گیا ، باقی مکھیوں کے قتل کا جواز خود بخود معلوم ہو گیا۔

ابوامامہ سے روایت ہے کہ:

سألت ابن عمر ، قال :قلت :أقتل البعوض ؟ قال :وما عليك ؟(مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ۱۴۴۳۵ ، كتاب المناسك، باب فى المحرم يقتل البعوض)

ترجمہ: میں نے حضرت ابنِ عمر سے مچھر کوقتل کرنے کے متعلق سوال کیا،توانہوں نے فرمایا کہ اس میں کیا حرج ہے؟(ابنِ ابی شیبہ)

حضرت ابنِ عمررضی اللہ عنہ نے مچھر کے قتل کے جائز ہونے کا جواب، تعجب کے ساتھ بیان فرمایا، جس کا مطلب یہ تھا کہ اس میں کوئی حرج اور برائی نہیں۔

عبیداللہ بن ابی زیاد سے روایت ہے کہ:

رأيت سالما قتل بعوضة بمكة ، فقلت له ؟ فقال :إنه قد أمر بقتل الحية و العقرب ، قلت :إنهما عدو ، قال :فهذه عدو (مصنف ابنِ ابی شيبة، رقم الحديث ١٣٤٣٦ ، كتاب المناسک، باب فی المحرم يقتل البعوض)

ترجمہ: میں نے حضرت سالم کو مکہ وحرم میں مچھر کو قتل کرتے ہوئے دیکھا، تو میں نے ان سے اس کے متعلق سوال کیا، تو انہوں نے فرمایا کہ سانپ اور بچھو کو بھی تو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے، میں نے عرض کیا کہ سانپ اور بچھو تو دشمن ہیں، حضرت سالم نے فرمایا کہ مچھر بھی دشمن ہے (ابنِ ابی شیبہ)

مذکورہ روایت میں ''مچھر'' کو بھی سانپ اور بچھو کی طرح دشمن فرمایا گیا ہے، جس کی وجہ، اس کا موذی ہونا ہے، اور ایذاء کی انواع مختلف ہوا کرتی ہیں۔

تابعی حضرت عطاء کے متعلق مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

لَا بَأْسَ أَنْ يُقْتَلَ الذُّبَابُ وَالْبَعُوضُ (مصنف ابنِ ابی شيبة، رقم الحديث ١٣٤٣٧ ، كتاب المناسک، باب فی المحرم يقتل البعوض)

ترجمہ: مکھی اور مچھر کو قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں (ابنِ ابی شیبہ)

مذکورہ روایت میں مکھی اور مچھر کو قتل کرنے میں گناہ نہ ہونے کی صراحت موجود ہے، اور اس قسم کی روایات میں مکھی، مچھر کی کسی خاص قسم ونوع کی قید مذکور نہیں، البتہ دوسری روایات کے پیشِ نظر، شہد کی مکھی اس سے خارج ہے۔

اس طرح کی روایات کے پیشِ نظر فقہائے کرام نے فرمایا کہ مکھی، مچھر کو حرم اور غیر حرم میں قتل کرنا جائز ہے، کیونکہ یہ موذی جانور ہیں، جن کو ایذاء رسانی کا باعث اور قتل کے جواز کی حیثیت سے ،فقہائے کرام نے سانپ، بچھو وغیرہ کے ساتھ ملحق کیا ہے، اور فقہائے کرام نے اس قسم کے مسائل بیان فرماتے وقت کسی خاص قسم کے مچھر وغیرہ کی قید نہیں لگائی۔

(ملاحظہ ہو: المبسوط، لشمس الأئمة السرخسي، ج ۴، ص ۱۰۱ ،باب جزاء الصيد، الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۲، ص ۳۱۹، مادة''هوام'')

مقالات و مضامین

مفتی محمد رضوان

افادات وملفوظات

انفرادی واقعات پر اجتماعی صلاحیتوں کی قربانی

(03-ذوالحجہ-1442ھ)

ہمارے معاشرہ میں ایک عرصہ سے دیکھنے میں آرہا ہے کہ دنیا کے کسی کونے میں کوئی قابلِ نکیر انفرادی اور اکّا دکّا واقعہ رونما ہوجاتا ہے، جس سے دنیا کے بیشتر لوگ ناواقف ہوتے ہیں، لیکن ہمارا دینی ومذہبی جذبہ رکھنے والا بڑا طبقہ اس نوعیت کے واقعات کے اس طرح درپے ہوجاتا ہے کہ جب تک دنیا کے کونے کونے میں اس کی خود اپنے طور پر تشہیر وتبلیغ نہیں کردیتا، اس وقت تک سکون سے نہیں بیٹھتا، اوپر سے اس طرزِ عمل میں اپنی زبانی، کلامی، تحریری وتقریری اجتماعی صلاحیتوں کے استعمال کو بہت بڑی دین کی خدمت بھی تصور کرتا ہے، لیکن عموماً اس کا نتیجہ کوئی مفید ومعنیٰ خیز برآمد نہیں ہوتا، اور آہستہ آہستہ پھر اس واقعہ سے خاموشی اختیار کرلی جاتی ہے۔

پھر جب کوئی اس نوعیت کا دوسرا واقعہ رونما ہوتا ہے، اس کے متعلق بھی سابقہ طرزِ عمل اختیار کیا جاتا ہے، اور سلسلہ اسی طرح چلتا رہتا ہے۔

اس طرزِ عمل کا اثر یہ ہوتا ہے کہ دینی ومذہبی اس طبقہ کی جو صلاحیتیں، اپنی اور اپنے متعلقین ومخاطبین کی اصلاح اور اپنی قوم کی تعمیر وترقی میں خرچ ہوسکتی تھیں، وہ اس طرح کے انفرادی واقعات کی تبلیغ و تشہیر اور تردید میں خرچ ہوجاتی ہیں۔

ہم نے جہاں تک اس طرزِ عمل کے متعلق غور کیا، تو ہمیں یہ طرزِ عمل، تبلیغِ دین اور دعوتِ نبوت کے موافق محسوس نہ ہوا۔ اگر روئے زمین پر آنے والے انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام اور ان کے صحیح وارثین بھی اس طرزِ عمل میں مصروف ہوتے، تو شاید آج بظاہر ہم بھی مسلمان نہ ہوتے۔

اللہ تعالیٰ اصلاحِ احوال کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

ایک صاحبِ علم کے تبصرہ پر کلام

(03-ذوالحجہ-1442ھ)

بندہ کے پاس مچھر مارنے کے برقی آلہ(Electric Insect Killer)کے متعلق ایک استفتاء آیا، جس میں ایک مفتی صاحب کے طرزِ عمل کا بھی ذکر تھا کہ وہ اس کے استعمال کو حدیث میں آگ سے عذاب دیے جانے کی ممانعت کے خلاف سمجھتے ہیں، اور وہ اس طرح کے آلہ کے استعمال سے لوگوں کو منع کرتے، اور اس پر نکیر کرتے ہیں۔

بندہ نے اس استفتاء کا اپنی حسبِ عادت کچھ تفصیل سے جواب تحریر کردیا، اور مفید ہونے کی وجہ سے، ماہنامہ ''التبلیغ'' میں اس کی اشاعت بھی کردی۔

اس استفتاء اور اس کے جواب میں کسی مفتی کا نام مذکور نہ تھا، ویسے بھی اگر کسی استفتاء میں کسی شخص کا نام مذکور ہو، تو اشاعتِ عام میں اس کا نام حذف کردینا مناسب ہوا کرتا ہے، جیسا کہ عام طور پر شائع ہونے والے بہت سے فتاویٰ میں معمول ہے، دیگر بہت سے اکابر کے ساتھ ساتھ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے مواعظ و ملفوظات اور فتاویٰ جات میں اس چیز کا بطورِ خاص اہتمام ملحوظ رکھا گیا ہے۔

مذکورہ فتوے کے شائع ہونے کے بعد ایک مولانا صاحب نے اپنے زیرِ ادارت رسالہ میں اس پر کچھ مفصل تبصرہ اور تنقید کی، اور لکھا کہ:

> ''مفتی صاحب نے اپنے دینی رسالہ میں اس مسئلہ کا دلائل کی بوچھاڑ کے ساتھ گیارہ صفحوں میں مجھے جواب دیا کہ یہ جائز ہے''

حالانکہ یہ ان مولانا صاحب کا اپنا دعویٰ اور ان کی اپنی سوچ ہے، جس کی انہوں نے کوئی معقول دلیل بھی ذکر نہیں کی۔

البتہ انہوں نے اپنا ایک واقعہ ذکر کردیا، جو بندہ کے ساتھ پیش آیا تھا کہ وہ ایک مرتبہ میرے پاس دارالافتاء میں تشریف لائے اور وہاں اس طرح کے برقی آلہ کو نصب دیکھ کر اس کو بند کرنے کی تجویز دی، میں نے مہمان کے اکرام کی خاطر اس کو بند کردیا، پھر انہوں نے اس کے عدمِ جواز پر بات کی کہ

اس کا استعمال، ان احادیث کے خلاف ہے، جن میں آگ سے عذاب دینے کی ممانعت آئی ہے۔
بندہ نے عرض کیا کہ فلاں فلاں اصحابِ علم وافتاء کی طرف سے اس کے استعمال کے جائز ہونے کے فتاویٰ موجود ہیں، لیکن انہوں نے فرمایا کہ جس چیز کی احادیث میں ممانعت آگئی، اس کے برخلاف کسی کے فتوے کی کیا حیثیت ہے، بندہ نے اس وقت اس مسئلہ پر بحث ومباحثہ کو طول دینا مناسب نہ سمجھا، اور بات آئی گئی ہوگئی۔
پھر کچھ عرصہ بعد اس سلسلے میں بندہ کو ایک استفتاء موصول ہوا، تو بندہ کو فکر لاحق ہوئی کہ اس آلہ کا استعمال، ہوٹلوں، دفتروں، اداروں، اور مدارس ومساجد وغیرہ میں بلانکیر عام ہے، اور اس کے جواز پر اصحابِ افتاء کے فتاویٰ بھی موجود ہیں، اس لیے اس کے متعلق ان فتاویٰ کو جمع کر کے شائع کر دیا جائے، تا کہ کسی کو غلط فہمی ہو، تو دور ہو جائے۔
لیکن مولانا موصوف مذکور نے اس سیدھے سادے فتوے کو مذکورہ واقعہ کی وجہ سے اپنے حق میں متعین سمجھ لیا، اور اس پر تبصرہ کرنے کو ضروری سمجھا، اور اپنے دفاع کی کوشش کی کہ میں اس کے استعمال کے ناجائز ہونے کا نہ تو فتویٰ دیتا ہوں اور نہ ہی اس کے استعمال پر سختی کرتا ہوں، البتہ اس کے استعمال کے مناسب نہ ہونے اور احتیاط کے خلاف ہونے کی وجہ سے بچنے کا اکثر اپنی نجی مجالس میں ذکر کرتا رہتا ہوں، اور بھی نہ جانے کیا کیا باتیں تحریر کیں، بلکہ اس تحریر میں اپنے موقف سے متعلق کچھ متضاد باتیں شائع کر دیں۔
جب موصوف نے ایک دینی رسالہ میں اس کی اشاعت کر دی، تو ضرورت محسوس ہوئی کہ اس فتوے کے پسِ منظر اور ان کے تبصرہ کی روشنی میں، دینی وشرعی مسئلہ کی مکمل وضاحت کر دی جائے، اس مقصد کے لیے بندہ نے قدرے تفصیل کے ساتھ ایک تحریر مرتب کر کے مولانا موصوف کی خدمت میں ارسال کرنے کا ارادہ کیا ہے۔
بندہ دینی وفقہی مسائل میں ذاتی انا پرستی اور اونچ نیچ کا تو قائل اور عادی نہیں، البتہ دینی مسائل میں حتی الامکان تحقیق وتوضیح کا قائل اور اس کے مطابق عامل ہے، کیونکہ اس طرح کے دینی مسائل میں ابہام واجمال اور اس طرح کی مبہم ومجمل باتیں، عوام الناس کے لیے تشویش واضطراب کا

باعث بنتی ہیں، اس تحقیق وتوضیح کے طرزِ عمل کی وجہ سے بعض اصحابِ علم، بندہ سے خفاء ہوتے ہیں، لیکن بندہ پر ان کے اس طرزِ عمل سے فرق نہیں پڑتا، کیونکہ اس موقع پر الحمدللہ اصل مقصود رضائے خالق ہوتا ہے، نہ کہ رضائے مخلوق۔

اور ہر عالمِ دین، بلکہ ہر مسلمان کے پیشِ نظر یہی مقصود ہونا چاہیے، اور رضائے خلق کی خاطر، رضائے خالق کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان اس مقصد کو سامنے رکھ کر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

www.idaraghufran.org

مقالات ومضامین

مولانا شعیب احمد

نیکی کے متعلق اسلام کے تین بنیادی مطالبات (قسط:1)

مسلمانوں کی اکثریت زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرنے کی خواہشمند رہتی ہے تاکہ دنیا وآخرت میں کامیابی اس کا مقدر بنے۔اسی مقصد کے حصول کے لیے اکثر مسلمان اپنی سوچ،فکر،استطاعت اور علم کے مطابق نیکی کی ادائیگی اور عبادات کی انجام دہی میں لگے رہتے ہیں۔لیکن جاننا چاہیے کہ نیکی اور عبادت کے متعلق اسلام کے تین بنیادی اور اہم مطالبات ایسے ہیں کہ جن سے اگر لا پرواہی برتی جائے اور ان کو مدِ نظر رکھتے ہوئے نیکی نہ کی جائے تو نیکی یا تو ادا ہی نہیں ہوتی اور یا پھر وہ نیکی ادا ہونے کے بعد ضائع ہو جاتی ہے۔

اس اعتبار سے یہ ایک تشویشناک امر ہے کہ ایک مسلمان اپنے تئیں نیکیوں پر نیکیاں کیے چلا جائے اور اپنے آپ میں بڑا خوش وخرم ہو لیکن حقیقت وہ ہو کہ جسے قرآن مجید کی اس آیتِ کریمہ میں بیان کیا گیا ہے کہ:

"قُلۡ هَلۡ نُنَبِّئُكُمۡ بِالۡأَخۡسَرِينَ أَعۡمَالًا. الَّذِينَ ضَلَّ سَعۡيُهُمۡ فِي الۡحَيَاةِ الدُّنۡيَا وَهُمۡ يَحۡسَبُونَ أَنَّهُمۡ يُحۡسِنُونَ صُنۡعًا" (سورة الكهف، رقم الآية: ١٠٣ و ١٠٤)

"آپ فرما دیجیے! کیا ہم تمہیں ان لوگوں کے بارے میں بتائیں جو اعمال کے لحاظ سے بالکل خسارے میں ہیں؟ وہ لوگ کہ جن کی جدوجہد دنیا کی زندگی میں گم ہوگئی اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ بڑا اچھا کام کر رہے ہیں" (کہف)

پس لازم ہے کہ آدمی نیکی کے متعلق اسلام کے اُن بنیادی مطالبات سے آگاہی حاصل کرے کہ جن کے بغیر نیکی صحیح معنوں میں نیکی کہلائے جانے کے قابل نہیں ہوتی،اور پھر اسی کے مطابق اپنی نیکیوں اور عبادات کو سرانجام دے۔

نیکی کے متعلق دینِ اسلام کا سب سے پہلا مطالبہ یہ ہے کہ نیکی کرتے وقت اپنی نیت اور جذبہ بالکل درست رکھا جائے۔چنانچہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بڑی مشہور حدیث ہے،جس

سے اکثر محدثینِ عظام اپنی کتابوں کی ابتداء کرتے ہیں کہ:

"إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ" (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۱)

"اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے" (بخاری)

یعنی انسان کو اپنے اعمال کا بدلہ اس کی نیت کے مطابق ملے گا۔ جیسی نیت ہوگی، اعمال پر ویسی ہی جزاء مرتب ہوگی۔ نیکی کے باب میں نیت کا معاملہ اس قدر اہم ہے کہ اگر نیکی کرتے وقت نیت میں فتور آ جائے یا جذبہ میں بگاڑ آ جائے تو عبادت اور نیکی، اچھائی کی فہرست سے نکل کر برائی کی فہرست میں داخل ہو جاتی ہے۔ یعنی پھر نیکی، نیکی نہیں رہتی بلکہ بدی بن جاتی ہے۔ جس کی وضاحت کے لیے کئی احادیثِ مبارکہ پیش کی جاسکتی ہیں۔ تاہم اس موقع پر مختصراً ایک حدیث کا خلاصہ ملاحظہ کیجیے۔

قیامت کے روز سب سے پہلے جن تین لوگوں کو اللہ کے روبرو پیش کیا جائے گا، اُن میں سے پہلا شخص ایک شہید ہوگا کہ جس نے اللہ کی راہ میں اپنی جان قربان کردی۔ وہ دعویٰ کرے گا کہ میں نے یہ فعل اللہ کی رضا کے لیے کیا تھا لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ اسے بتلائیں گے کہ تم نے یہ کام دنیا میں اپنی بہادری کا ڈنکا بجانے کے واسطے کیا۔ فرشتوں کو حکم دیا جائے گا کہ اسے اوندھے منہ جہنم میں پھینک دو۔ پھر دوسرے شخص کو خدا کے سامنے پیش کیا جائے گا جو دنیا میں ایک عالم اور قاری رہا ہوگا۔ وہ بھی مدعی ہوگا کہ دنیا میں اس نے خدا کی رضا کی خاطر اپنی زندگی علم سیکھنے سکھانے اور قرآن پڑھنے پڑھانے میں صَرف کی۔ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ اسے بھی یاد کرائیں گے اس مقدس عمل سے اس کی نیت شہرت طلبی کی تھی جو دنیا میں اس نے حاصل کرلی۔ اس کے متعلق بھی فرشتوں کو اوندھے منہ جہنم میں پھینکنے کا حکم دیا جائے گا۔ پھر آخر میں ایک مالدار آدمی خدا کے حضور پیش ہوگا کہ جو دنیا میں کھلے دل سے اپنا مال و دولت خرچ کیا کرتا تھا۔ غریبوں، یتیموں اور بے کسوں کی مسیحائی کیا کرتا تھا۔ وہ بھی اللہ کی رضا کی خاطر اس کام کے کرنے کا دعویٰ کرے گا لیکن اس کا بھی یہ دعویٰ رَد کر کے وہی سزا دی جائے گی جو پہلے دو اشخاص کو دی گئی۔ [1]

آپ غور فرمایئے کہ تین بڑے بڑے نیک کام کرنے والے لوگ اُنہی کاموں کی وجہ سے جہنم کا

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۹۰۵، کتاب الامارۃ، باب من قاتل للریاء والسمعۃ استحق النار.

www.idaraghufran.org

ایندھن بنائے جارہے ہیں کہ جن اعمال پر کئی فضیلتیں وارد ہوئیں اور متعدد انعامات کا وعدہ کیا گیا۔ لیکن یہ اعمال ان کی نجات کا سبب بننے کی بجائے ان کے لیے عذاب کا ذریعہ بن گئے۔ جس کی وجہ صرف ایک ہے اور وہ ہے ان کی بدنیتی۔

یہ اعمال اگرچہ اعلیٰ درجہ کے نیک کام ہیں لیکن چونکہ ان کی نیت میں فتور اور جذبہ میں بگاڑ تھا لہٰذا یہی نیک کام ان کی بربادی کا سبب بن گئے۔ لہٰذا نیکی کے متعلق اسلام کا سب سے پہلا اور بنیادی مطالبہ یہ ہے کہ نیکی کرتے وقت نیت صرف اللہ کی رضا کی ہو اور نیکی کا جذبہ (Motive) صرف آخرت میں نجات کا ہو۔

پھر نیکی کرنے کی نیت اور جذبہ تو درست ہو لیکن نیکی کرنے کا طریقہ ٹھیک نہ ہو تو ایسا فعل بھی نیکی کہلائے جانے کے قابل نہیں۔ چنانچہ آپ مشاہدہ کیجیے کہ جتنے لوگ بدعات اختیار کرتے ہیں یا جو افراد رہبانیت کی راہ چنتے ہیں تو اس فعل میں ان کی نیت بہت صاف اور درست ہوتی ہے۔ ان کی نیت عموماً خدا کو راضی کرنے کی ہی ہوتی ہے۔ لیکن چونکہ اُن کا طریقہ درست نہیں ہوتا لہٰذا وہ فعل نیکی بننے کی بجائے بدی بن جاتا ہے۔ یعنی نیکی کرنے کی نیت بھی ٹھیک ہو اور جذبہ بھی درست ہو، لیکن نیکی کرنے کا طریقہ درست نہ ہو تو آدمی نیکی کے عنوان سے بدی کی راہوں میں بھٹک جاتا ہے۔ اس لیے نیکی کرنے کے لیے صحیح اور درست طریقہ اختیار کرنا لازم ہے۔ اور نیکی کرنے کا صحیح طریقہ اور درست راستہ کیا ہے؟ قرآن نے بتلا دیا کہ:

”لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ“ (سورة الأحزاب، رقم الآية: ٢١)

”یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے“ (احزاب)

یعنی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں موجود نیکی کا اسوہ اور ماڈل ہمارے سامنے رہنا لازم ہے جس کے مطابق نیکی کو سرانجام دیا جائے۔ اگر سنتِ رسول اور اسوۂ نبوی کے مطابق عبادت کو ادا نہ دیا جائے تو ایسا فعل بھی صحیح معنوں میں نیکی کہلائے جانے کے قابل نہیں۔

اس حوالے سے وہ قصہ بڑا نصیحت آموز ہے جو کتبِ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ تین لوگ ازواجِ مطہرات کی خدمت میں حاضر ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے بارے میں دریافت کرنے لگے۔ انہوں نے پہلے سے ہی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا ایک خاکہ اور نقشہ اپنے ذہن

میں قائم کررکھا تھا۔لیکن جب انہیں آپ علیہ الصلاۃ والسلام کی عبادت کے بارے میں معلوم ہوا تو وہ ان کے اس تخیل کے برخلاف تھی جوانہوں نے اپنے ذہن میں قائم کرلیا تھا۔اس پرانہوں نے اس عبادت کوکم خیال کیا۔

لیکن اس بات کا بھی احساس اورخیال تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں کوئی بے ادبی نہ ہوتو اپنے آپ کوتسلی دینے کے لیے آپس میں کہنے لگے کہ کہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس اور کہاں ہم۔آپ علیہ الصلاۃ والسلام کی تو اگلی پچھلی سب خطائیں معاف کردی گئی ہیں،لیکن ہمارا معاملہ تو ایسا نہیں۔تو ان میں سے ایک صاحب کہنے لگے کہ میں راتوں کو ہمیشہ نماز پڑھا کروں گا اور کبھی آرام نہیں کروں گا۔دوسرے صاحب کہنے لگے کہ میں ہمیشہ روزہ رکھا کروں گا اور کبھی افطار نہیں کروں گا اور تیسرے ساتھی نے عزم ظاہر کیا کہ وہ عورتوں سے ہمیشہ جدا رہے گا اور کبھی شادی نہیں کرے گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک جب یہ باتیں پہنچیں تو آپ نے ان سے سوال کیا کہ کیا تمہیں نے اس قسم کی باتیں کی ہیں؟ان کا جواب اثبات میں سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”أَمَا وَاللّٰهِ إِنِّي لَأَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَأَتْقَاكُمْ لَهُ، لَكِنِّي أَصُومُ وَأُفْطِرُ، وَأُصَلِّي وَأَرْقُدُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي“ (صحيح البخاري ، رقم الآية : ٥٠٦٣ ، كتاب النكاح ، باب الترغيب في النكاح)

”آگاہ ہوجاؤ!اللہ کی قسم میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اورتم سب سے زیادہ متقی ہوں۔لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اورناغہ بھی کرلیتا ہوں اور میں نماز بھی پڑھتا ہوں اورسوبھی جاتا ہوں اور میں نے شادیاں بھی کررکھی ہیں۔پس جس نے میری سنت سے اعراض کیا تو وہ مجھ میں سے نہیں“(بخاری)

اس حدیث سے پتا یہ چلا کہ نیکی کرنے کا راستہ سنتِ نبوی کی روشنی میں طے کرنا ہوگا نہ کہ اپنی خواہش کے ذریعے سے۔یہی نیکی کے متعلق اسلام کا دوسرا بنیادی مطالبہ ہے کہ نیکی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق کی جائے۔

بسلسلہ: تاریخی معلومات مولانا طارق محمود

ماہِ جمادی الاولیٰ: دسویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۹۰۱ھ: میں حضرت شیخ سماءالدین بن فخرالدین بن جمال الدین ملتانی دہلوی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر لعبدالحیی الحسنی، ج۴ص۳۴۶)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۹۰۲ھ: میں حضرت شیخ سعدالدین لاری ہندوی مندوی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر لعبدالحیی الحسنی، ج۴ص۳۴۳)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۹۰۵ھ: میں حضرت شہاب الدین قاضی احمد بن محمد بن محمد بن ابی بکر بن عبیۃ مقدسی اثری شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

(الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج۱ص۱۲۷، شذرات الذهب فی أخبار من ذهب لابی الفلاح عبدالحیی عکری حنبلی، ج۱۰ص۳۷)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۹۰۶ھ: میں حضرت محمد بن محمد بن ابی بکر بن علی بن مسعود بن رضوان کمال مری شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع للشوکانی، ج۲ص۲۴۴)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۹۱۰ھ: میں حضرت حسن بن محمد بن سعدالدین جباوی دمشقی قبیباتی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج۱ص۱۷۷)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۹۱۱ھ: میں حضرت شیخ الاسلام عبدالرحمٰن بن ابی بکر الاسیوطی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج۱ص۲۳۱، شذرات الذهب فی أخبار من ذهب لابی الفلاح عبدالحیی عکری حنبلی، ج۱۰ص۷۸)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۹۱۲ھ: میں حضرت عبدالقادر بن محمد بن عمر بن حبیب صفدی شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج۱ص۲۴۷)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۹۱۴ھ: میں حضرت بدرالدین محمد دیری قاہری حنفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج۱ص۸۱)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۹۱۵ھ: میں حضرت شیخ نصیرالدین بن محمد بن رفیع الدین بن نجم الدین بن رکن الدین عباسی سمرقندی ہندی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

(نزہة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر لعبدالحيي الحسني، ج۴ص ۴۳۹)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۹۱۸ھ: میں حضرت علی بن محمد بن محمد بن عیسیٰ بن یوسف بن محمد اشمونی قاہری شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع للشوكاني، ج۱ ص ۴۹۱)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۹۲۲ھ: میں حضرت برہان الدین ابراہیم سمدیسی مصری حنفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(الكواكب السائرة بأعيان المئة العاشرة لنجم الدين الغزى، ج۱ ص ۱۱۲)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۹۲۳ھ: میں حضرت اقضی القضاۃ شیخ کمال الدین محمد باعونی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(الكواكب السائرة بأعيان المئة العاشرة لنجم الدين الغزى، ج۱ ص۸۸)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۹۲۸ھ: میں حضرت شہاب الدین احمد راعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

(الكواكب السائرة بأعيان المئة العاشرة لنجم الدين الغزى، ج۱ ص ۱۵۶)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۹۲۹ھ: میں حضرت شیخ الاسلام زین الدین قاضی زکریا مصری شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(الكواكب السائرة بأعيان المئة العاشرة لنجم الدين الغزى، ج۱ ص ۲۰۹)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۹۳۰ھ: میں حضرت شہاب الدین احمد سہروردی مصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(الكواكب السائرة بأعيان المئة العاشرة لنجم الدين الغزى، ج۱ ص۱۵۷)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۹۳۲ھ: میں حضرت شیخ تاج الدین عبدالوہاب دنجیہی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(الكواكب السائرة بأعيان المئة العاشرة لنجم الدين الغزى، ج۱ ص ۲۶۰)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۹۳۸ھ: میں حضرت شیخ شہاب الدین احمد بن بدر بن ابراہیم طیبی شافعی مقری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(الكواكب السائرة بأعيان المئة العاشرة لنجم الدين الغزى، ج۲ ص ۱۰۴)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۹۴۰ھ: میں حضرت شیخ خانون بن علاء بن تاج چشتی کوالیری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(نزہة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر لعبدالحيي الحسني، ج۴ص ۳۳۶)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۹۴۷ھ: میں حضرت شمس الدین عبدالقادر بن محمد قویضی دمشقی حنفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(الكواكب السائرة بأعيان المئة العاشرة لنجم الدين الغزى، ج۲ ص ۱۷۱)

علم کے مینار

مفتی غلام بلال

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

امت کے علماء وفقہاء (قسط6)

حدیث وفقہ کی تدوین اوراس سلسلہ میں علماء وفقہائے امت کی خدمات اور بالخصوص ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کا ذکر تفصیل کے ساتھ گزر چکا ہے، اوراسی ضمن میں فقہ حنفی کے مشہور علماء فقہاء اورامام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تلامذہ واصحاب جیسا کہ امام ابویوسف، امام محمد، امام زفر، حسن بن زیاد، عبداللہ بن مبارک اور چند حضرات کا ذکر بھی کیا گیا، ذیل میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے چند مزید اصحاب کا بھی ذکر کیا جاتا ہے۔

(8)......یحیٰ بن زکریا بن ابی زائدہ

آپ کی کنیت ''ابوسعید'' ہے، کوفہ کے رہنے والے تھے، وقت کے امام، فقیہ اور محدث تھے، حدیث اورفقہ دونوں فنون میں بڑا کمال حاصل تھا، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مشہور شاگردوں میں سے ہیں، مدت تک امام صاحب کے حلقہ درس میں شریک رہے، اسی وجہ سے محدثین آپ کا تعارف ''صاحب أبي حنیفة'' کہہ کر کرتے ہیں، احادیث کثرت سے یاد تھیں، صحاحِ ستہ میں بھی بہت سی احادیث ان سے مروی ہیں۔

مدائن میں منصبِ قضا پر بھی مامور تھے (تذکرة الحفاظ، ج ۱، ص ۱۹۶، الطبقة السادسة)

امام ابوعبداللہ صیمری نے اپنی کتاب ''اخبار ابی حنیفة و اصحابه'' میں آپ کو اپنے دور کا سب سے بڑا حافظ الحدیث، فقیہ، دیندار، متقی اوراونچے درجے کے فقہائے کرام جیسے امام ابوحنیفہ، ابنِ ابی لیلیٰ کی مجالس کی پابندی کرنے والا شمار کیا ہے (اخبار ابی حنیفة و اصحابه، للصیمری، ص ۱۵۶)

آپ کو امام صاحب کے ساتھ بہت گہرا تعلق تھا، آپ امام صاحب کے ان دس شاگردوں میں سے

ایک ہیں کہ جو فقہ کی تدوین امام صاحب کے ساتھ شریک تھے، بلکہ لکھنے کی ذمہ داری بھی ان ہی کے سپرد تھی، اور آپ کی یہ خدمت تیس سال پر محیط ہے۔

منقول ہے کہ کوفہ میں سب سے پہلے آپ نے کتاب کی تصنیف وتالیف کا کام شروع کیا تھا، اور پھر اسی نہج پر ''وکیع بن جراح'' نے کتب لکھیں۔

وفات بالاختلاف 182 یا 183 ہجری میں ہوئی (الاعلام للزرکلی، ج۸، ۱۴۵، تحت الترجمة: ابن أبی زائدة)

(9)......یحییٰ بن سعید قطان

آپ کا پورا نام ''یحییٰ بن سعید بن فروخ قطان'' ہے، جو کہ اپنے وقت کے بڑے امام، فقیہ، محدث اورحافظ تھے، حدیث کے باب میں ''أمیر المؤمنین فی الحدیث'' کے لقب سے مشہور تھے، فنّ رجال کا سلسلہ ان ہی سے شروع ہوا، علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے جس شخص نے فنّ رجال کے متعلق لکھا، وہ یحییٰ بن سعید قطان ہی ہیں، اور احادیث کی اسناد اور اصحاب سے متعلق آپ کے بہت سے اقوال کتبِ سیر وسوانح میں موجود ہیں، جن کو متعلقہ مقام پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

آپ نے امام ابوحنیفہ سمیت بہت سے محدثین اور تابعین سے علمِ حدیث کی سماعت کی۔

اور آپ اسی فضل وکمال کے ساتھ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حلقہ درس میں شریک ہوا کرتے تھے، اور ان کی شاگردی پر فخر کیا کرتے تھے، اور آپ اکثر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔

آپ کی ولادت کا سال 120 ہجری ہے، اور وفات 198 ہجری میں بصرہ میں ہوئی۔ [1]

---

[1] هو یحیی بن سعید بن فروخ، أبو سعید، القطان التمیمی، من حفاظ الحدیث، ثقة حجة، من أقران مالک وشعبة، کان یفتی بقول أبی حنیفة، سمع یحیی بن سعید الأنصاری والثوری وابن عیینة وأحمد بن حنبل وإسحاق بن راهویه وأبو بکر بن أبی (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۲۸، ص ۳۷۷، تحت الترجمة: یحیی القطان 198 - 120هـ، سیر اعلام النبلاء، ج۹، ص ۱۷۹، تحت الترجمة: یحیی القطان بن سعید بن فروخ أبو سعید، تاریخ بغداد، ج۱۳، ص ۳۵۱، باب النون)

www.idaraghufran.org

(10)......عبدالرزاق بن ہمام

امام ''عبدالرزاق بن همام صنعانی'' مشہور اور نامور محدث اور فقیہ ہیں، حدیث کی مشہور و معروف اور ضخیم کتاب ''مصنف عبدالرزاق'' آپ ہی کی تصنیف کردہ ہے، آپ کو لگ بھگ سترہ ہزار احادیث یاد تھیں، ''حافظ الحدیث'' کے لقب سے مشہور تھے، صحیح بخاری میں بھی آپ کی سند سے مروی روایات کثرت سے ہیں، بڑے بڑے نامور محدثین نے آپ کی شاگردی اختیار کی، امام احمد بن حنبل کہ جن کی تالیف کردہ مشہور کتاب ''مسند الامام احمد بن حنبل'' ہے کہ بھی آپ اساتذہ اور شیوخ میں سے تھے۔

آپ کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے فن حدیث میں شرفِ تلمذ حاصل تھا، آپ امام صاحب کی صحبت میں کثرت سے رہے، اسی وجہ سے امام ابوحنیفہ کے اخلاق و عادات سے متعلق اقوال، اکثر آپ سے منقول ہیں، آپ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے بھی روایت کرتے ہیں، اور بعض دفعہ امام صاحب کے کسی شاگرد کے ذریعہ سے بلواسطہ روایت کرتے ہیں، چنانچہ آپ کی کتاب ''مصنف عبدالرزاق'' میں ایسی بہت سی روایات کثرت سے موجود ہیں۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے زیادہ حلیم و بردبار اور صحیح و درست فیصلہ کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔

حدیث کی مشہور و معروف اور اہلِ علم حضرات میں متداول کتاب ''مصنف عبدالرزاق'' آپ کی ہی کی تالیف کردہ ہے، جو کہ احادیث و روایات کا ایک ضخیم مجموعہ ہے، جس کو اہلِ علم حضرات نے سراہا ہے، اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس کتاب کو ''خزانة العلم'' قرار دیا ہے۔

مصنف عبدالرزاق کے علاوہ آپ نے حدیث سے ہی متعلق ایک کتاب ''الجامع الکبیر'' اور فقہ سے متعلق ''السنن'' اور تفسیر سے متعلق ایک کتاب ''تفسیر القرآن'' بھی تالیف فرمائی ہے، آپ کی ولادت 126 ہجری میں ہوئی، اور وفات 211 ہجری میں ہوئی۔ [1]

---

[1] هو عبد الرزاق بن همام بن نافع، أبو بكر، الصنعاني، الحميري، اليمني .محدث، حافظ، فقيه......وقال أبو زرعة الدمشقي: عبد الرزاق أحد من ثبت حديثه .وكان يحفظ نحوا من سبعة عشر ألف حديث.من تصانيفه: " الجامع الكبير "و "السنن "في الفقه، و "تفسير القرآن "و "المصنف (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۷، ص ۳۳۸، تحت الترجمة: عبد الرزاق 211 - 126ھ)

تذکرۂ اولیاء　حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (قسط 57)　مولانا محمد ریحان

اولیاء کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

عمر رضی اللہ عنہ کا عوام سے سلوک (دوسرا حصہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اندر عوام کے معاشی حالات کی فکر بھی تھی۔ پھر یہی فکر ان کی بڑے صحابہ کی اولاد کے بارے میں زیادہ ہوتی تھی۔ ان میں ان صحابہ کی اولاد بھی تھی، جنہوں نے اسلام کے مشکل اور پرآزمائش دور میں اسلام کے لیے اپنی جان کو تلواروں پر رکھ کر اسلام کا بول بالا کیا۔

کسی بھی شعبے یا نظام کے اول کارکنان اور گروہ کا اس نظام کے پروان چڑھنے میں بڑا اہم کردار ہوتا ہے۔ انہوں نے مشکل وقت میں اس کے لیے قربانیاں پیش کی ہوتی ہیں۔ اپنی جان، مال عزت آبرو سب کچھ اس کی نذر کیا ہوتا ہے۔ اسی طرح ان صحابہ کرام اور ان کی اولادوں کا مقام کہیں بڑھ کر تھا، جن کی تلواریں اسلام کی خاطر کند ہوئیں، جن کے سینے اسلام پر آنے والے تیروں کی ڈھال بنے، جن کے جسم اسلام کی راہ میں بچھ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اسی چیز کو سامنے رکھتے ہوئے، ان صحابہ کرام اور ان کی اولادوں کا خاص خیال رکھا۔

چنانچہ حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے روایت ہے، وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ:

> میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بازار گیا، وہاں ایک جوان عورت ان کو ملی اور کہنے لگی اے امیر المومنین میرا شوہر فوت ہو چکا ہے اور چھوٹے بچے چھوڑ گیا ہے۔ اللہ کی قسم! ہمارے پاس اتنے بھی اسباب نہیں کہ میں بچوں کے لیے کھانا پکا سکوں نہ کوئی کھیتی اور نہ کوئی دودھ والا جانور ہے مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ قحط کی وجہ سے نہ مر جائیں۔ اور میں خفاف بن ایما غفاری کی لڑکی ہوں اور میرے والد حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا مرحبا! تمہارا نسب تو میرے نسب سے قریب ہے۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے ایک اونٹ پر اناج کی

دو بوریاں اور ان کے درمیان کپڑے اور روپے رکھ کر اونٹ کی رسی عورت کے ہاتھ میں دے دی اور فرمایا یہ لے جاؤ مجھے امید ہے کہ اس کے ختم ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ اس سے بہتر تم کو عطا کردے گا۔ایک شخص نے اس کیفیت کو دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ نے اسے بہت زیادہ دے دیا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تیری ماں تجھے روئے اللہ گواہ ہے کہ میں نے اس عورت کے باپ اور اس کے بھائی کو دیکھا ہے کہ انہوں نے کافروں کے ایک قلعہ کو اس وقت تک گھیرے رکھا جب تک وہ فتح نہ ہوا پھر صبح مالِ غنیمت سے ان دونوں کا حصہ وصول کیا گیا(بخاری) [1]

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان صحابہ کرام کو جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قتال اور فتوحات میں شرکت فرمائی ہوتی،ان کو دوسرے لوگوں پر مقدم رکھتے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کے ساتھ بھی برتاؤ ممتاز رکھتے،اور ان کے لیے علیحدہ وظائف مقرر کرتے تھے۔

چنانچہ حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے ہی ایک لمبی روایت میں یہ مضمون آتا ہے کہ:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالی،تو بہت سی فتوحات ہوئیں۔اور بہت سارا مال آیا۔آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا بے شک حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ میں ایک رائے اختیار کی تھی۔اور میری اس معاملہ میں دوسری رائے ہے۔میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (کفار کے مقابلے میں) قتال کرنے

---

[1] عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِلَى السُّوقِ، فَلَحِقَتْ عُمَرَ امْرَأَةٌ شَابَّةٌ، فَقَالَتْ: يَا أَمِيرَ المُؤْمِنِينَ، هَلَكَ زَوْجِي وَتَرَكَ صِبْيَةً صِغَارًا، وَاللَّهِ مَا يُنْضِجُونَ كُرَاعًا، وَلاَ لَهُمْ زَرْعٌ وَلاَ ضَرْعٌ، وَخَشِيتُ أَنْ تَأْكُلَهُمُ الضَّبُعُ، وَأَنَا بِنْتُ خُفَافِ بْنِ إِيْمَاءَ الغِفَارِيِّ، وَقَدْ شَهِدَ أَبِي الحُدَيْبِيَةَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَوَقَفَ مَعَهَا عُمَرُ وَلَمْ يَمْضِ، ثُمَّ قَالَ: مَرْحَبًا بِنَسَبٍ قَرِيبٍ، ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى بَعِيرٍ ظَهِيرٍ كَانَ مَرْبُوطًا فِي الدَّارِ، فَحَمَلَ عَلَيْهِ غِرَارَتَيْنِ مَلَأَهُمَا طَعَامًا، وَحَمَلَ بَيْنَهُمَا نَفَقَةً وَثِيَابًا، ثُمَّ نَاوَلَهَا بِخِطَامِهِ، ثُمَّ قَالَ: اقْتَادِيهِ، فَلَنْ يَفْنَى حَتَّى يَأْتِيَكُمُ اللَّهُ بِخَيْرٍ، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا أَمِيرَ المُؤْمِنِينَ، أَكْثَرْتَ لَهَا؟ قَالَ عُمَرُ: ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ، وَاللَّهِ إِنِّي لَأَرَى أَبَا هَذِهِ وَأَخَاهَا، قَدْ حَاصَرَا حِصْنًا زَمَانًا فَافْتَتَحَاهُ، ثُمَّ أَصْبَحْنَا نَسْتَفِيءُ سُهْمَانَهُمَا فِيهِ(صحيح البخارى ۵ ص ۱۲۴ رقم الحديث ۴۱۶۰ كتاب المغازى ،باب غزوة الحديبية)

وقولها: وخَشِيتُ أنْ تأكلَهم الضَّبُعُ: أى يَهلَكوا فى هذه السَّنَةِ المَحلِ، فإنَّ السَّنةَ المُمحِلَةَ تسمَّى الضَّبُعُ لغةً(مسند الفاروق)

والے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قتال نہ کرنے والے کے برابر نہیں رکھوں گا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے مہاجرین اور انصار میں سے جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے غزوۂ بدر میں شرکت کی تھی ان کے لیے پانچ پانچ ہزار مقرر فرمائے۔ اور وہ مسلمان جو اسلام لانے میں بدریین ہی کی طرح تھے۔ مگر غزوۂ بدر میں نہ حاضر ہوسکے ان کے لیے آپ رضی اللہ عنہ نے چار چار ہزار مقرر فرمائے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کے لیے بارہ بارہ ہزار مقرر فرمائے سوائے حضرت صفیہ اور جویریہ رضی اللہ عنہما کے۔ ان دونوں کے لیے چھ چھ ہزار مقرر کیے۔ انہوں نے یہ قبول کرنے سے انکار کردیا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں سے فرمایا کہ بے شک میں نے ان سب کے لیے ہجرت کی وجہ سے اتنا مال مقرر فرمایا۔ اس پر ان دونوں ازواج رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آپ نے ان سب کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب کی وجہ سے مقرر فرمایا ہے، اور ہمارے لیے بھی ان ہی طرح ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بات کو سمجھ لیا، اور پھر ان دونوں کے لیے بھی بارہ بارہ ہزار مقرر فرمادیئے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے لیے بھی بارہ ہزار مقرر فرمائے۔ اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے لیے چار ہزار مقرر فرمائے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے لیے تین ہزار مقرر فرمائے۔ اس پر حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابا جان! آپ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے لیے ایک ہزار کا اضافہ کیوں فرمایا۔ حالانکہ ان کے والد کو وہ فضیلت حاصل نہیں جو میرے والد کو ہے۔ اور ان کو بھی وہ فضیلت حاصل نہیں جو مجھے ہے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بے شک اسامہ کے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک آپ کے والد سے زیادہ محبوب تھے۔ اور خود اسامہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک آپ سے زیادہ محبوب تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن اورحضرت حسین رضی اللہ عنہما کے لیےبھی پانچ پانچ ہزار مقرر فرمائے۔اوران دونوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے ان کوان کے والد سے ملادیا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے مہاجرین اورانصار صحابہ کرام کے بیٹوں کے لیے دودو ہزار مقرر فرمائے۔حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ آپ کے پاس سے گزرے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان کے لیے ایک ہزار بڑھادو۔اس پر حضرت محمد بن عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ جوان کے والد کومرتبہ حاصل ہے وہ ہمارے والد کونہیں اور جوان کومرتبہ حاصل ہے وہ ہمارے لیے نہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ بے شک میں ان کے والد حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی وجہ سے اس کے لیے دو ہزار مقرر فرمائے ۔اوران کی والدہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ کی وجہ سے ان کے لیے اضافہ کردیا۔پس اگرآپ کی والدہ بھی ان کی والدہ کی طرح ہوتیں تو میں آپ کے لیے بھی ایک ہزار کااضافہ کردیتا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے مکہ والوں کے لیے اور دیگر لوگوں کے لیے آٹھ آٹھ سو مقرر فرمائے۔پس حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ اپنے بھائی عثمان کو لے کرآئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے آٹھ سو مقرر فرمائے۔اورحضرت نضر بن انس رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان کے لیے دو ہزار مقرر کردو۔اس پر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں آپ رضی اللہ کے پاس اس جیسا شخص لایا تو آپ نے اس کے لیے آٹھ سو مقرر فرمائے اوران کے لیے آپ رضی اللہ عنہ نے دو ہزار مقرر فرمائے۔آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بے شک ان کے والد مجھے غزوۂ احد کے دن ملے اور مجھ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا ہوا؟ میں نے کہا کہ میرے خیال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کردیا گیا ہے۔یہ سن کرانھوں نے اپنی تلوار سونت لی اور تلوار کی میان توڑڈالی اورفرمایا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کردیا گیا تو بے شک اللہ زندہ ہے وہ نہیں مرے گا۔پھرانھوں نے

قتال کیا یہاں تک کہ ان کو قتل کر دیا گیا۔ اور یہ (ان کا بیٹا) اس وقت فلاں فلاں جگہ میں بکریاں چرایا کرتا تھا (مسند بزار) [1]

[1] فَلَمَّا مَاتَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ اسْتُخْلِفَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَفَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْفُتُوحَ فَجَائَهُ أَكْثَرُ مِنْ ذَلِكَ الْمَالِ فَقَالَ قَدْ كَانَ لِأَبِي بَكْرٍ فِي هَذَا الْمَالِ رَأْيٌ وَلِي رَأْيٌ آخَرُ، لَا أَجْعَلُ مَنْ قَاتَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَنْ قَاتَلَ مَعَهُ، فَفَضَّلَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارَ، فَفَرَضَ لِمَنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنْهُمْ خَمْسَةَ آلَافٍ خَمْسَةَ آلَافٍ، وَمَنْ كَانَ إِسْلَامُهُ قَبْلَ إِسْلَامِ أَهْلِ بَدْرٍ فَرَضَ لَهُ أَرْبَعَةَ آلَافٍ أَرْبَعَةَ آلَافٍ، وَفَرَضَ لِأَزْوَاجِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اثْنَيْ عَشَرَ أَلْفًا، لِكُلِّ امْرَأَةٍ إِلَّا صَفِيَّةَ وَجُوَيْرِيَةَ فَرَضَ لِكُلِّ وَاحِدَةٍ سِتَّةَ آلَافٍ سِتَّةَ آلَافٍ فَأَبَيْنَ أَنْ يَأْخُذْنَهَا، فَقَالَ: إِنَّمَا فَرَضْتُ لَهُنَّ بِالْهِجْرَةِ، قُلْنَ مَا فَرَضْتَ لَهُنَّ مِنْ أَجْلِ الْهِجْرَةِ إِنَّمَا فَرَضْتَ لَهُنَّ مِنْ مَكَانِهِنَّ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَنَا مِثْلُ مَكَانِهِنّ، فَأَبْصَرَ ذَلِكَ فَجَعَلَهُنَّ سَوَاءً مِثْلَهُنَّ، وَفَرَضَ لِلْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اثْنَيْ عَشَرَ أَلْفًا لِقَرَابَتِهِ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَفَرَضَ لِأُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ أَرْبَعَةَ آلَافٍ، وَفَرَضَ لِلْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ خَمْسَةَ آلَافٍ خَمْسَةَ آلَافٍ فَأَلْحَقَهُمَا بِأَبِيهِمَا لِقَرَابَتِهِمَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَفَرَضَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ ثَلَاثَةَ آلَافٍ، فَقَالَ: يَا أَبَةِ فَرَضْتَ لِأُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ أَرْبَعَةَ آلَافٍ وَفَرَضْتَ لِي ثَلَاثَةَ آلَافٍ؟ فَمَا كَانَ لِأَبِيهِ مِنَ الْفَضْلِ مَا لَمْ يَكُنْ لَكَ، وَمَا كَانَ لَهُ مِنَ الْفَضْلِ مَا لَمْ يَكُنْ لِي، فَقَالَ: إِنَّ أَبَاهُ كَانَ أَحَبَّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَبِيكَ وَهُوَ كَانَ أَحَبَّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ مِنْكَ، وَفَرَضَ لِأَبْنَاءِ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا أَلْفَيْنِ أَلْفَيْنِ، فَمَرَّ بِهِ عُمَرُ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ فَقَالَ: زِيدُوهُ أَلْفًا أَوْ قَالَ: زِدْهُ أَلْفًا يَا غُلَامُ، فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَحْشٍ لِأَيِّ شَيْءٍ تَزِيدُهُ عَلَيْنَا؟ مَا كَانَ لِأَبِيهِ مِنَ الْفَضْلِ مَا لَمْ يَكُنْ لِآبَائِنَا، قَالَ: فَرَضْتُ لَهُ بِأَبِي سَلَمَةَ أَلْفَيْنِ وَزِدْتُهُ بِأُمِّ سَلَمَةَ أَلْفًا، فَإِنْ كَانَتْ لَكَ أُمٌّ مِثْلُ أُمِّ سَلَمَةَ زِدْتُكَ أَلْفًا، وَفَرَضَ لِأَهْلِ مَكَّةَ ثَمَانِمِائَةٍ، وَفَرَضَ لِعُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَانَ وَهُوَ ابْنُ أَخِي طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ يَعْنِي: عُثْمَانَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ ثَمَانِمِائَةٍ، وَفَرَضَ لِابْنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ أَلْفَيْ دِرْهَمٍ(مسند البزار ج ا ص۷۰۴ رقم الحديث ۲۸۶ مسند عمر بن الخطاب رضى الله عنه،مصنف ابن ابى شيبة رقم الحديث ۳۳۵۳۹ ،مصنف عبد الرزاق ۲۰۰۳۶)

قال البزار: وَهَذَا الْحَدِيثُ قَدْ رُوِيَ نَحْوَ كَلَامِهِ عَنْ عُمَرَ فِي صِفَةِ مَقْتَلِهِ مِنْ وُجُوهٍ، وَلَا رُوِيَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ بِهَذَا التَّمَامِ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ أَبِي مَعْشَرٍ، عَنْ زَيْدٍ، عَنْ أَبِيهِ

www.idaraghufran.org

پیارے بچو! مولانا محمد ریحان

وہڑے کی خریداری

پیارے بچو! یہ میرے بچپن کی بات ہے۔عید کے دن قریب آرہے تھے۔بقرہ عید جسے بڑی عیداور عید الاضحیٰ اور عید الضحیٰ بھی کہا جاتا ہے،آنے والی تھی۔ابھی عید کے آنے میں بیس دن باقی تھے۔جیسے جیسے عید نزدیک آتی جاتی ہے،ویسے ویسے قربانی کے جانور،بکرا،وہڑہ،دنبہ،گائے وغیرہ ہر جگہ نظر آنے لگتے ہیں۔مجھے بھی شوق تھا کہ ہم ایک وہڑہ لائیں۔کبھی کبھی تو میں ان سوچوں میں گم ہو جاتا:

’’ہماراوہڑہ آئے گا.......میں اسے چارہ ڈالوں گا.......اس کو پانی پلاؤں گا.....اسے نہلاؤں گا....‘‘

مگر یہ سب تو اس وقت ہوتا جب قربانی کا جانور ہمارے گھر میں ہوتا۔قربانی کا جانور تو نہیں تھا،مگر خیالات اور دماغ اسی طرف مگن رہتے اور گم رہتے تھے۔بالآخر وہ دن آہی گیا،جب ہمارے تایا ابا نے ایک دن کہا:

’’آج ہم منڈی جا رہے ہیں۔‘‘

یہ سنتے ہی میں نے زور زور سے چھلانگ لگانا شروع کر دی،اور اپنے تایا ابا کو کہنے لگا:

’’میں بھی منڈی جاؤں گا۔‘‘

تایا ابا کے ہزار سمجھانے کے باوجود میں نہ مانا،اور بالآخر ان کی سٹارٹ گاڑی میں جا کر بیٹھ گیا۔اسلام آباد منڈی اس وقت آئی جے پی روڈ کے پاس ہی لگا کرتی تھی۔جیسے تیسے کر کے منڈی پہنچ تو گئے۔مگر وہڑے کی خریداری سے پہلے ایک مشن ابھی باقی تھا۔اور وہ مشن منڈی میں جانوروں کی لاتوں اور سینگوں کی ٹکروں سے بچ کر وہڑے کو خریدنا تھا۔منڈی کے درمیان پہنچنا ہی ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ جیسے امتحانی ہال میں استاذ اسٹیج پر بلائے،اور ڈانٹ کر واپس اپنی جگہ پر جانے کو کہے،تو جیسے پچاس کرسیوں پر بیٹھے لوگوں کو کراس کر کے جانے میں جو صورتِ حال ہوتی ہے،ویسی ہی صورت اس وقت میری تھی،جب دائیں طرف والے وہڑے کی لات سے بچتے ہوئے،بائیں کی کمر سے

جا کر ٹکرا دیے، تو بالکل آسمان سے گرے اور کھجور میں لٹکنے والی مثال یاد آتی رہی۔

اب ایک اچھی گول مٹول خوبصورت وہڑی پسند تو آ گئی، مگر دوسرا مشن اس وہڑی کا سودا کرنا تھا۔ بیوپاری سر پر پرانی اور پراگندہ دھوتی لپیٹے، ڈھیلے مگر میلے کپڑے پہنے ہوئے تھا۔اس کے چہرے کی کھال خشکی کے مارے مرجھائی ہوئی تھی۔ پرانے گھسے، گوبر میں لدے ہوئے اس کے سیاہ رنگ کے پاؤں میں بہت ہی بھدے معلوم ہو رہے تھے۔ بیوپاری سے تایا ابا نے کہا:

''ایدا کیئ مول لایا نے؟''

بیوپاری نے اپنے علاقائی انداز میں جواب دیا:

''جو سونڑا لگدا اے، دیو، اور لے جاؤ''

پندرہ بیس منٹ تک بحث ومباحثہ کے بعد بالآخر سودا طے پا گیا۔تایا ابا پیسے گننے میں مصروف تھے۔اور میرا بار بار بیوپاری اور تایا ابا سے ایک ہی سوال تھا کہ کیا وہڑی شریف ہے؟ کیونکہ مجھے اسے بالآخر گھمانا پھرانا بھی تو تھا۔تایا ابا نے بیوپاری سے کہا:

''منڈا پچھدا اے، وہڑی شریف اے؟''

بیوپاری نے مسکراتے ہوئے جواب دیا:

''ہاں جی نواز شریف اے۔''

یہ کہتے ہوئے بیوپاری نے مجھے وہڑی کی رسی تھما دی، اور خود پیسے گننے میں مصروف ہو گیا۔جس جگہ میں وہڑی کی رسی پکڑے ہوئے کھڑا تھا، وہ قدرے اونچی تھی، وہاں سے واپسی کے راستے ہلکی سی ڈھلوان اتر رہی تھی۔ جب واپس ہوئے تو وہڑی نے اس ڈھلوان سے اترتے ہی دوڑ لگا دی۔ میں نے وہڑی کی رسی کو اپنے ہاتھ میں رول کر کے لپیٹا ہوا تھا۔رسی تو میرے ہاتھ سے نکلی نہیں، اور میری اتنی رفتار نہیں تھی کہ میں وہڑی کے ساتھ دوڑ پاتا۔بس میں الٹی ٹانگوں کے بل وہڑی کے ساتھ ساتھ گھسٹتا چلا گیا۔میری شلوار کے پائنچے کالے سیاہ ہو چکے تھے۔اور میرا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔سامنے ایک ٹرالی کھڑی تھی، جسے دیکھ کر وہڑی رک گئی۔ پیچھے سے تایا ابا اور چچا زاد دوڑتے چلے آئے اور مجھے اٹھایا۔پھر اس کے بعد آج تک مجھے وہڑہ گھمانے یا پھرانے کا شوق نہ ہوا۔

بزمِ خواتین (عورت کا تقدس اور حقوق نسواں کا فریب: قسط 44) مفتی طلحہ مدثر

حضانت (پَرورش) میں خواتین کے اختیارات (پہلا حصہ)

معزز خواتین! کسی بھی نعمت اور احسان کا شکر ادا کرنے کا بہتر طریقہ یہ ہے، کہ انسان زبان سے شکریہ وغیرہ کے رسمی الفاظ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ، اس نعمت کی قدر دانی کرے، اس کی مناسب دیکھ بھال کرے، اس کو ضائع ہونے سے بچائے، ہر وہ عمل جو اس نعمت کے فوائد اور منافع کے باقی رہنے کی ضمانت دیتا ہو، اسے انجام دیا جائے، ایسا کرنے سے ہی اس نعمت کا کما حقہ شکر ادا کیا جاسکتا ہے، جبکہ اس کے برعکس کسی بھی نعمت اور تحفہ کی ناقدری کرنا، اس سے لاپروائی اور بے توجہی برتنا، اس کو ضائع کر دینا، دراصل اس نعمت اور تحفہ کی نہیں، بلکہ اس کے دینے والے کی ناقدری اور ناشکری کی عکاسی کرتا ہے۔

اولاد اللہ کی طرف سے نعمت ہے

اولاد کو اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک عطیہ اور ہبہ (گفٹ) قرار دیا ہے۔

چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَاثًا وَيَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ الذُّكُورَ أَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَشَاءُ عَقِيمًا إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ (سورۃ الشوریٰ، ۴۹، ۵۰)

ترجمہ: آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ ہی کے لیے ہے، جس کو چاہتا ہے، بیٹیاں عطا کرتا ہے، اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا کرتا ہے، یا پھر ان کو ملا جُلا کر بیٹے بھی دیتا ہے اور بیٹیاں بھی، اور جس کو چاہتا ہے بانجھ بنا دیتا ہے، بے شک وہ ہر چیز کا جاننے والا اور ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے (شوریٰ)

اسی آیت کی مزید وضاحت کرتے ہوئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نقل کرتی ہیں:

”قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَوْلَادَكُمْ هِبَةُ اللَّهِ لَكُمْ“ (مستدرک علی الصحیحین للحاکم ،کتاب التفسیر ،رقم الحدیث ۳۱۲۳)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”بے شک تمہاری اولاد، اللہ کی طرف سے تمہارے لیے ھبہ ہے“ (مستدرک حاکم)

عربی میں ہبہ اس چیز کو کہتے ہیں، جو بلا معاوضہ دی جائے، جیسے ہماری زبان میں ہدیہ، تحفہ، انگلش میں گفٹ وغیرہ، تقریباً سب اسی کے ہم معنیٰ الفاظ ہیں، جب اولاد ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ہدیہ ہے، تو اس کی دیکھ بھال، پرورش، تعلیم وتربیت کرنا بھی ہمارے ہی ذمہ ہوگا، اور یہی اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کی قدردانی کہلائی گی، جب کہ مناسب طریقہ سے اولاد کی پرورش، تعلیم اور تربیت وغیرہ کا خیال نہ رکھنا، اور اس معاملے میں کوتاہی اور لاپروائی برتنا ہی، اللہ کے نعمت کی احسان فراموشی اور ناقدری ہوگی۔

اللہ کے حضور ہم جوابدہ ہیں

لہٰذا یہ سمجھنا کہ ہم اولاد کے ساتھ جو بھی رویہ رکھیں، خواہ ان کی تربیت پر توجہ دیں یا لاپروائی برتیں ،اس معاملے میں ہم سے کوئی پوچھ گچھ نہیں ہوگی، تو یہ بالکل غلط خیال ہے، ہم اپنے گھر کی چار دیواری میں جو اخلاقیات، عقائد، اور رسم ورواج، رویہ سکھاتے ہیں، کل ان ہی سب چیزوں نے معاشرہ کا ایک حصہ بنتا ہے، اور معاشرہ نام ہی کچھ افراد کے باہم مل جل کر رہنے کا ہے، جس میں ایک فرد کی اچھائی بھی اثر انداز ہوتی ہے اور برائی بھی، اسی بنا پر ہم اپنی اولاد کی پرورش اور تربیت کے حوالے سے جوابدہ ہیں، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، فَالْأَمِيرُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ، وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ، وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُمْ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ بَعْلِهَا وَوَلَدِهِ، وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْهُمْ (صحیح

مسلم ،كتاب الامارة، باب فضيلة الإمام العادل، ٢٠، ١٨٢٩)

ترجمہ:خبردار ہوجاؤ،تم میں سے ہر شخص حاکم ہے،اورتم میں سے ہر ایک سے اس کی رعیت (ماتحت لوگوں) کے بارے میں پوچھا جائے گا،لہٰذا جولوگوں پر امیر ہے وہ ان کا حاکم ہے،اوراس سے اس کی رعایا کے متعلق پوچھا جائے گا، اور مرد اپنے گھر والوں کا نگران ہے، اوراس سے،ان کے بارے میں پوچھا جائے گا،اورعورت اپنے خاوند کے گھر اوراوراس کے بچوں کی نگران ہے،اوراس سے ان کے بارے میں پوچھا جائے گا(مسلم)

اسی طرح ایک اورحدیث شریف میں ہے:

"لَا يَسْتَرْعِي اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى عَبْدًا رَعِيَّةً، قَلَّتْ أَوْ كَثُرَتْ، إِلَّا سَأَلَهُ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى عَنْهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، أَقَامَ فِيهِمْ أَمْرَ اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَمْ أَضَاعَهُ؟ حَتَّى يَسْأَلَهُ عَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ خَاصَّةً "(مسند احمد،رقم الحديث ٤٦٣٧)

ترجمہ:اللہ تعالیٰ تبارک وتعالیٰ نے جس کسی شخص کو بھی کچھ لوگوں کا نگران بنایا،خواہ وہ تھوڑے لوگ ہوں یا زیادہ،اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت والے دن ضروراس شخص سے، ان (ماتحت لوگوں) کے بارے میں سوال کرے گا، کہ اس نے ان لوگوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم کو قائم کیا یا اسے ضائع کردیا، یہاں تک کہ آدمی سے خاص طور پر اس کے گھر والوں کے بارے میں بھی سوال ہوگا(مسند احمد)

مذکورہ اوران جیسی دیگر احادیث وروایات کے پیشِ نظراس بات کی اہمیت کھل کر سامنے آجاتی ہے، کہ اولاد کی پرورش،تربیت،تعلیم وغیرہ والدین کے ذمہ ہے،ان احادیث میں خاص طور میاں اور بیوی دونوں کا ذکر کیا گیا ہے، چنانچہ بچوں وغیرہ کی پرورش کی یہ ذمہ داری بھی بنیادی طور پر والدین کی مشترکہ ذمہ داری ہے۔

(جاری ہے............)

رزق میں گناہ کی نحوست سے بے برکتی اور نیک عمل سے برکت کا ہونا

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

جِبْرِيلُ نَفَثَ فِي رَوْعِي أَنَّهُ لاَ تَمُوتُ نَفْسٌ حَتّٰى تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا ، وَإِنْ أَبْطَأَ عَلَيْهَا ، فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ ، وَلاَ يَحْمِلَنَّكُمُ اسْتِبْطَاءُ الرِّزْقِ أَنْ تَأْخُذُوهُ بِمَعْصِيَةِ اللّٰهِ فَإِنَّ اللّٰهَ لاَ يُنَالُ مَا عِنْدَهُ إِلَّا بِطَاعَتِهِ(مسند البزار، رقم الحديث ۲۹۱۴)

ترجمہ: حضرت جبریل نے میرے دل میں وحی ڈالی کہ کوئی جاندار اس وقت تک فوت نہیں ہوگا، جب تک اپنا رزق مکمل حاصل نہ کرلے، اگرچہ اس کو حاصل کرنے کی کتنی ہی جستجو کیوں نہ کرلے، پس تم اللہ سے ڈرو اور تم (رزق کو) طلب کرنے میں اچھے (حلال وجائز) طریقے سے کام لو، اور تمہیں ہرگز رزق کو حاصل کرنے کی کوشش اس چیز پر نہ ابھارے کہ تم رزق کو اللہ کی نافرمانی کرکے حاصل کرو، کیونکہ جو چیز اللہ کے پاس ہے، وہ اللہ کی فرمانبرداری سے ہی حاصل ہوسکتی ہے (بزار)

اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کی نحوست سے رزق میں بے برکتی اور نیک عمل سے رزق میں برکت پیدا ہوتی ہے۔

چار حرمت والے مہینے

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

اِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ کَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِّنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ثَلٰثٌ مُّتَوَالِيَاتٌ ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحَجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِیْ بَيْنَ جُمَادٰی وَشَعْبَانَ.

ترجمہ: نبی ﷺ نے (حجۃ الوداع کے موقعہ پر اپنے خطبہ میں) فرمایا کہ (اس وقت) زمانہ کی وہی رفتار ہے، جس دن اللہ نے زمین و آسمان کو پیدا کیا تھا (یعنی اب اس کے دنوں اور مہینوں میں کمی زیادتی نہیں ہے، جو جاہلیت کے زمانے میں مشرک کیا کرتے تھے، اب وہ ٹھیک ہو کر اس طرز پر آ گئی ہے، جس پر ابتداء اور اصل میں تھی لٰہذا) ایک سال بارہ مہینہ کا ہوتا ہے، ان میں چار مہینے حرمت وعزت والے ہیں، جن میں تین مہینے مسلسل ہیں، یعنی ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم اور ایک رجب کا مہینہ ہے جو کہ جمادی الاخریٰ اور ماہِ شعبان کے درمیان آتا ہے (بخاری، حدیث نمبر 4462)

فائدہ: معلوم ہوا کہ قمری مہینوں کی جو ترتیب اور ان مہینوں کے جو نام اسلام میں معروف ومشہور اور رائج ہیں وہ انسانوں کے اپنے بنائے ہوئے نہیں ہیں، بلکہ ربُّ العالمین نے جس دن آسمان وزمین پیدا کئے تھے اسی دن یہ ترتیب اور یہ نام اور ان کے ساتھ خاص مہینوں کے خاص احکام بھی متعین وطے فرمادیئے تھے، اور ان میں بھی چار مہینے حرمت وعزت والے ہیں۔

حرمت والے مہینوں میں نیک اعمال کا درجہ وفضیلت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک صحابی کو خطاب کرتے ہوئے) فرمایا کہ:

ترجمہ: صبر یعنی رمضان کے مہینے کے روزے رکھو اور ہر مہینے میں ایک دن کا روزہ رکھ لیا کرو، ان صحابی نے عرض کیا کہ مجھے اس سے زیادہ کی طاقت ہے لہٰذا میرے لئے اور اضافہ کر دیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مہینے میں دو دن روزہ رکھ لیا کیجئے، پھر ان صحابی نے عرض کیا کہ میرے لئے اور اضافہ فرما دیجئے (کیونکہ مجھے اس سے زیادہ کی طاقت ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھ لیا کیجئے، پھر ان صحابی نے عرض کیا کہ میرے لئے اور اضافہ فرما دیجئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَشْھُرِ حُرُمْ (یعنی ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم، اور رجب کے مہینوں) میں روزہ رکھو اور چھوڑو (آپ نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی) اور آپ نے اپنی تین انگلیوں سے اشارہ فرمایا ان کو ساتھ ملا دیا پھر چھوڑ دیا (یعنی کہ ان مہینوں میں تین دن روزہ رکھو پھر تین دن ناغہ کرو اور اسی طرح کرتے رہو) (ابوداؤد، حدیث نمبر 2428)

ذی الحجہ اور محرم الحرام کے مہینوں کا شمار چار حرمت والے مہینوں میں ہوتا ہے، اور اسلام میں ان مہینوں میں عبادت وطاعت کی خاص فضیلت ہے، اور روزہ بھی عبادت وطاعت میں داخل ہے، اس لئے ان مہینوں میں حسبِ توفیق جتنے ممکن ہوں نفلی روزے رکھنا اور دیگر نیک اعمال بھی باعثِ فضیلت ہیں۔

ماہِ محرَّم الحرام کے روزوں کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الصِّیَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَھْرُاللہِ الْمُحَرَّمُ (مسلم، رقم الحدیث ۲۸۱۲، کتاب الصیام، باب فضل صوم المحرم)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رمضان کے روزوں کے بعد سب سے بہترین روزے اللہ کے مہینہ ''محرم'' کے روزے ہیں (مسلم)

فائدہ: اس مہینے کی عظمت وفضیلت بتلانے اور ظاہر کرنے کے لئے اس کو اللہ کا مہینہ فرمایا گیا ورنہ تمام مہینے اور دن اللہ ہی کی مخلوق ہیں اور اسی کے حکم سے چلتے ہیں اور بعض دوسرے روزوں (مثلاً ذی الحجہ، شوال وغیرہ کے روزوں) کی فضیلتیں بھی اپنی جگہ ہیں، لیکن محرم کے روزوں کو جو خاص قسم اور نوعیت کی فضیلت حاصل ہے اس قسم کی فضیلت رمضان کے بعد محرم کے علاوہ دوسرے روزوں کو حاصل نہیں۔

لہٰذا اس مہینے میں کسی بھی دن روزہ رکھ لیا جائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ یہ فضیلت حاصل ہو جائے گی۔

آپ کے دینی مسائل کا حل — ادارہ

”عمل بالحدیث“ کا حکم (قسط6)

”التنبیہ علیٰ مشکلات الھدایۃ“ کا حوالہ

صدرُالدین علی بن علی ابن ابی العز حنفی (المتوفی:792ھ) اپنی تالیف ”التنبیہ علیٰ مشکلات الھدایۃ“ میں فرماتے ہیں کہ:

وفيها من الإشكال أن كثيرًا من الأحاديث المشهورة تعامل معاملة أخبار الآحاد، ويقال: هذا لا يزاد على الكتاب .وكثيرًا من أخبار الآحاد تعامل معاملة الأحاديث المشهورة ويقال: هذا مشهور يزاد به على الكتاب .

وما يقع لأئمة الفتوى من هذا فهم مأجورون مغفور لهم .ومن تبين له شيء من ذلك لا يعذر في التقليد، فإن أبا حنيفة وأبا يوسف رحمهما الله تعالى قد قالا :لا يحل أن يأخذ بقولنا ما لم يعلم من أين أخذناه.

وإذا كان الرجل متبعًا لأبي حنيفة، أو مالك، أو الشافعي، أو أحمد، ورأى في بعض المسائل أن مذهب غيره أقوى منه فاتبعه كان قد أحسن في ذلك، ولم يقدح ذلك في دينه، ولا في عدالته بلا نزاع.

بل هذا أولى بالحق، وأحب إلى الله ورسوله ممن يتعصب لواحد معين غير الرسول صلى الله عليه وسلم، ويرى أن قوله هو الصواب الذي يجب إتباعه دون الأئمة الآخرين، فهو ضال جاهل .بل قد يكون كافرًا يستتاب، فإن تاب وإلا قتل.

فإنه متى اعتقد أنه يجب على الناس إتباع واحد بعينه من هذه الأئمة

رضـى الـله عنهم أجمعين دون الآخرين فقد جعله بـمنزلة النبى –صلى الـله عليه وسلم–، وذلـک كفر .بل غاية ما يقال: إنه يسوغ أو يجب على العامى أن يقلد واحدًا من الأئمة من غير تعيين زيد ولا عمر.

وأمـا من كان محبًا للأئمة مواليًا لهم يقلد كل واحد منهم فيما يظهر له أنـه موافق للسنة محسن فى ذلـک .والـصـحابة والأئمة بعدهم كانوا مـؤتـلـفيـن متـفـقين، وإن تنازعوا فى بعض فروع الشريعة، فإجماعهم حجة قاطعة، واختلافهم رحمة واسعة.

ومن تعصب لواحد بعينه من الأئمة دون الباقين فهو بمنزلة من يتعصب لواحد من الصحابة دون الباقين، كالرافضى، والناصبى، والخارجى.

فهـذه طــرق أهـل البـدع والأهـواء الـذيـن ثبـت بـالكتـاب، والسنة، والإجماع أنهم مذمومون خارجون عن الشريعة.

ومـن تبيـن لـه مـن الـعلم ما كان خافيًا عليه فاتبعه فقد أصاب واهتدى، زاده الله هدى، وقد قال تعالى: "وقل رب زدنى علمًا"

ومـن جـمـلة أسبـاب تسـليـط الله تعالى التتر على بعض بلاد الشرق، وتسـليط الفرنج على بعض بلاد الغرب كثرة التعصب، والتفرق بينهم فـى المذاهب وغيرها .وكـل ذلـک من أتباع الظن وما تهوى الأنفس ولـقد جائهم من ربهم الهدى (التـنبيـه على مشكلات الهداية، ج۲، ص ۵۴۱، الٰی ۵۴۴، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة)

ترجمہ: اوراس میں ایک اشکال ہے کہ بہت سی مشہوراحادیث کے ساتھ اخبارِ آحادوالا معاملہ کیا جاتا ہے، اورکہا جاتا ہے کہ اس سے کتاب اللہ پر زیادتی نہیں کی جاسکتی، اور بہت سی اخبارِ آحاد کے ساتھ مشہوراحادیث والا معاملہ کیا جاتا ہے، اورکہا جاتا ہے کہ یہ مشہورحدیث ہے، جس سے کتاب اللہ پر زیادتی کی جاسکتی ہے۔

اور ائمہ فتویٰ کی طرف سے اس سلسلے میں جو خطاء واقع ہوئی ہے، تو وہ ماجور ہیں، جن کی خطاء معاف کی گئی ہے، لیکن جس کو ان میں سے کوئی چیز واضح ہوگئی، تو وہ ائمہ کی تقلید میں معذور نہیں کہلائے گا، کیونکہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہمارے قول کو لینا، اس وقت تک حلال نہیں، جس وقت تک یہ نہ جان لے کہ ہم نے اس قول کو کہاں سے لیا ہے۔

اور جب کوئی آدمی امام ابوحنیفہ، یا امام مالک، یا امام شافعی، یا امام احمد کا متبع ہو، اور وہ بعض مسائل میں یہ بات دیکھے کہ دوسرے کا مذہب اس سے زیادہ قوی ہے، پھر وہ اس مذہب کی اتباع کرلے، تو وہ اس فعل کی وجہ سے اچھا کام کرنے والا شمار ہوگا، اور یہ چیز اس کے دین میں ردوقدح کا باعث نہیں ہوگی، اور نہ ہی اس کی عدالت میں خلل کا باعث ہوگی، اس میں کوئی نزاع واختلاف نہیں، بلکہ یہی بات حق کے زیادہ لائق ہے، اور اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ محبوب ہے، بنسبت اس شخص کے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی متعین شخص کے لیے تعصب اختیار کرے، اور یہ سمجھے کہ اس کا قول ہی صواب ہے، جس کی اتباع واجب ہے، نہ کہ دوسرے ائمہ کی، پس یہ گمراہ اور جاہل شخص ہے، بلکہ بعض اوقات یہ کافر بھی شمار ہوسکتا ہے، جس سے توبہ کو طلب کیا جائے گا، اگر توبہ کرلے، تو فبہا، ورنہ اس کو قتل کردیا جائے گا۔

کیونکہ جب وہ یہ اعتقاد اختیار کرے گا کہ لوگوں پر ان ائمہ کرام رحمہم اللہ میں سے کسی ایک متعین امام کی اتباع واجب ہے، دوسرے ائمہ کی اتباع کے مقابلے میں، تو اس نے متعین امام کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درجے میں کردیا، جو کہ کفر ہے، البتہ اس سلسلے میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ عامی شخص کے لیے یہ بات جائز، یا واجب ہے کہ وہ زید، عمرو وغیرہ کی تعیین کے بغیر کسی ایک امام کی تقلید کرے۔

اور جو شخص ائمہ سے محبت رکھنے والا ہو، اور ان سے دوستی کرنے والا ہو، اور وہ ان میں سے ہر ایک کی اس چیز میں تقلید کرے، جس کے بارے میں سنت کے موافق ہونا، ظاہر

ہوجائے تو یہ اچھے فعل کا ارتکاب کرنے والا ہے، اور صحابہ اور ان کے بعد ائمہ آپس میں محبت بھی رکھتے تھے، اور اتفاق بھی رکھتے تھے، اگرچہ وہ شریعت کے بعض فروع میں نزاع واختلاف بھی رکھتے تھے، پس ان کا اجماع قطعی حجت ہے، اور ان کا اختلاف وسیع رحمت ہے۔

اور جو شخص دیگر ائمہ کو چھوڑ کر کسی ایک متعین امام کے لیے تعصب اختیار کرے، تو وہ اس شخص کی طرح ہے، جو دوسرے صحابۂ کرام کو چھوڑ کر کسی ایک متعین صحابی کے لیے تعصب اختیار کرے، جیسا کہ رافضی اور ناصبی اور خارجیوں کا طرزِ عمل ہے۔

پس یہ اہلِ بدعت اور اہلِ اھواء کا طریقہ ہے، اور کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت ہے کہ یہ طریقہ مذموم اور شریعت سے خارج ہے۔

اور جس کو علم کی روشنی میں وہ چیز ظاہر ہوجائے، جو اس پر مخفی تھی، پھر وہ اس کی اتباع کرے، تو اس نے درست کام کیا، اور ہدایت پائی، اللہ اس کی ہدایت کو اور زیادہ کرے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''وقل رب زدنی علما''

اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تاتاریوں کے بعض مشرقی ممالک پر مسلط ہونے، اور فرنگیوں کے بعض مغربی ممالک پر مسلط ہونے کے اسباب میں سے مذاہب وغیرہ میں کثرتِ تعصب اور باہم تفرق کا پیدا ہونا بھی ہے، اور یہ سب گمان اور خواہشِ نفس کی اتباع میں سے ہے، حالانکہ ان کے رب کی طرف سے ہدایت آچکی ہے (التنبیہ علیٰ مشکلات الھدایۃ)

یہی بات اور بھی کئی محققین نے، تاریخ کے حوالے سے ذکر کی ہے کہ وقتاً فوقتاً مسلمانوں پر دشمنوں کے مسلط ہونے کے اسباب میں مذہبی تعصب کارفرما رہا ہے۔

علامہ ابنِ ہمام کا حوالہ

علامہ ابنِ نجیم اور علامہ شامی نے پیچھے علامہ ابنِ ہمام کی جس عبارت کا حوالہ دیا ہے، وہ عبارت

''فتحُ القدیر ''میں اس طرح سے ہے کہ:

واعلم أن ما ذكر فى القاضى ذكر فى المفتى فلا يفتى إلا المجتهد، وقد استقر رأى الأصوليين على أن المفتى هو المجتهد، وأما غير المجتهد ممن يحفظ أقوال المجتهد فليس بمفت، والواجب عليه إذا سئل أن يذكر قول المجتهد كأبى حنيفة على جهة الحكاية، فعرف أن ما يكون فى زماننا من فتوى الموجودين ليس بفتوى، بل هو نقل كلام المفتى ليأخذ به المستفتى.......

فلو كان حافظا للأقاويل المختلفة للمجتهدين ولا يعرف الحجة ولا قدرة له على الاجتهاد للترجيح لا يقطع بقول منها يفتى به، بل يحكيها للمستفتى فيختار المستفتى ما يقع فى قلبه أنه الأصوب ذكره فى بعض الجوامع .وعندى أنه لا يجب عليه حكاية كلها بل يكفيه أن يحكى قولا منها فإن المقلد له أن يقلد أى مجتهد شاء، فإذا ذكر أحدها فقلده حصل المقصود، نعم لا يقطع عليه فيقول جواب مسألتك كذا بل يقول قال أبو حنيفة حكم هذا كذا، نعم لو حكى الكل فالأخذ بما يقع فى قلبه أنه الأصوب أولى.

والعامى لا عبرة بما يقع فى قلبه من صواب الحكم وخطئه، وعلى هذا إذا استفتى فقيهين: أعنى مجتهدين فاختلفا عليه الأولى أن يأخذ بما يميل إليه قلبه منهما .وعندى أنه لو أخذ بقول الذى لا يميل إليه قلبه جاز لأن ميله وعدمه سواء، والواجب عليه تقليد مجتهد وقد فعل أصاب ذلك المجتهد أو أخطأ .وقالوا المنتقل من مذهب إلى مذهب آخر باجتهاد وبرهان آثم يستوجب التعزير فبلا اجتهاد وبرهان أولى، ولا بد أن يراد بهذا الاجتهاد معنى التحرى وتحكيم القلب لأن العامى

ليس له اجتهاد .

ثم حقيقة الانتقال إنما تتحقق فى حكم مسألة خاصة قلد فيه وعمل به، وإلا فقوله قلدت أبا حنيفة فيما أفتى من المسائل مثلا والتزمت العمل به على الإجمال وهو لا يعرف صورها ليس حقيقة التقليد بل هذا حقيقة تعليق التقليد أو وعد به، لأنه التزم أن يعمل بقول أبى حنيفة، فيما يقع له من المسائل التى تتعين فى الوقائع، فإن أرادوا هذا الالتزام فلا دليل على وجوب اتباع المجتهد المعين بإلزامه نفسه ذلک قولا أو نية شرعا، بل الدليل اقتضى العمل بقول المجتهد فيما احتاج إليه لقوله تعالى (فاسألوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون)والسؤال إنما يتحقق عند طلب حكم الحادثة المعينة، وحينئذ إذا ثبت عنده قول المجتهد وجب عليه عمله به، والغالب أن مثل هذه إلزامات منهم لكف الناس عن تتبع الرخص وإلا أخذ العامى فى كل مسألة بقول مجتهد قوله أخف عليه .وأنا لا أدرى ما يمنع هذا من النقل أو العقل وكون الإنسان يتبع ما هو أخف على نفسه من قول مجتهد مسوغ له الاجتهاد ما علمت من الشرع ذمه عليه، وكان -صلى الله عليه وسلم -يحب ما خفف عن أمته، والله سبحانه أعلم بالصواب(فتح القدير، ج۷،ص۲۵۷،۲۵۸،کتاب ادب القاضی)

ترجمہ: یہ بات جان لینی چاہیے کہ جو کچھ قاضی کے بارے میں ذکر کیا گیا، وہی مفتی کے بارے میں بھی ہے، پس مجتہد ہی فتویٰ دے سکتا ہے، اور اصولیین کی رائے اس بات پر قائم ہوچکی ہے کہ مفتی، دراصل ''مجتہد'' ہی ہوتا ہے، جہاں تک غیر مجتہد کا تعلق ہے، جو مجتہد کے اقوال کو محفوظ کرے، تو وہ ''مفتی'' نہیں، اور ایسے غیر مجتہد سے جب سوال کیا جائے، تو اس پر یہ واجب ہے کہ وہ مجتہد کا قول حکایت کے طور پر ذکر کردے،

جیسا کہ امام ابوحنیفہ کا قول، پس یہ بات معلوم ہوگئی کہ موجودہ دور کے بہت سے ’’فتاویٰ‘‘ درحقیقت ’’فتویٰ‘‘ نہیں ہوتے، بلکہ وہ ’’مفتی‘‘ کے کلام کی نقل ہوتی ہے، تاکہ اس کو مستفتی (یعنی سوال کرنے والا) لے لے۔......

اور اگر اس کو مجتہدین کے مختلف اقوال یاد ہوں، اور اس کو دلیل کی پہچان نہ ہو، اور نہ ہی ترجیح کے اجتہاد پر قدرت ہو، تو پھر وہ ان میں سے کسی قول پر قطعیت کے ساتھ فتویٰ نہ دے، بلکہ مجتہدین کے اقوال مستفتی کے لیے نقل کردے، پھر مستفتی ان میں سے اس قول کو اختیار کرلے، جس کا اصوَب (یعنی زیادہ صواب) ہونا اس کے دل میں واقع ہو، جوامع میں یہ بات مذکور ہے۔ [1]

لیکن میرے نزدیک اس کے ذمہ تمام مجتہدین کے اقوال نقل کرنا واجب نہیں، بلکہ مجتہدین میں سے کسی ایک کا قول نقل کرنا بھی کافی ہے، کیونکہ بلاشبہ مقلد کو جس مجتہد کی چاہے، تقلید کرنا جائز ہے، پس جب یہ (قائل) مجتہدین میں سے کوئی ایک قول ذکر کردے، اور مستفتی اس قول کی تقلید کرلے، تو مقصود حاصل ہوجائے گا، لیکن قطعیت کے ساتھ یہ بات نہ کہے کہ تمہارے مسئلہ کا جواب اس طرح ہے، بلکہ یہ کہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے یہ حکم بیان فرمایا ہے، اسی طریقہ سے اگر تمام مجتہدین کے اقوال نقل کرے، تو بھی یہی کہے (کہ مثلاً امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد بن حنبل نے یہ فرمایا ہے) [2]

پس مستفتی کو ان میں سے اس قول کو اختیار کرنا، جس کا اصوَب (یعنی زیادہ صواب)

---

[1] الحمدللہ تعالیٰ ہمارا ذوق اسی کے مطابق ہے، اگرچہ بہت سے اہلِ مدارس اس ذوق کو آج کل سخت معیوب سمجھنے لگے ہیں، اور وہ خود اصولی افتاء سے منحرف ہوکر، دوسرے کو الزام دیتے پھرتے ہیں۔ محمد رضوان۔

[2] جس کی وجہ یہ ہے کہ جب کوئی مسئلہ اجتہادی واختلافی ہو، تو اس کو اسی طور پر نقل کرنا دیانت کا تقاضا ہے، اس کو شریعت کا اس طرح سے حکم بیان کرنا، جس سے مستفتی کو اس کا غیر مجتہد فیہ ہونا، معلوم ہونے لگے، یہ مناسب نہیں۔

مگر ہم نے دیکھا کہ بہت سے مفتیانِ کرام کا طرزِ عمل اپنے اپنے مسالک ومذاہب کے مطابق اس طرح فتوے جاری کرنے کا بن گیا ہے کہ جیسا کہ اسی کا مذہب تمام مذاہب کے درمیان برحق ہو، باقی سب مذاہب ومسالک گویا کہ نعوذ باللہ باطل ہیں، اور اسی کا نتیجہ ہے کہ رات دن آپس میں فروعی جھگڑے ہیں، جو وقت گزرنے کے ساتھ بڑھتے اور شدت اختیار کرتے جارہے ہیں۔ محمد رضوان۔

ہونا اس کے دل میں واقع ہو، یہ بہتر ہے، اور عامی کے دل میں جس حکم کا صواب اور خطاء ہونا واقع ہو، اس کا اعتبار نہیں ہوتا۔

اور اسی وجہ سے اگر کسی نے دو فقہاء یعنی دو مجتہدین سے فتویٰ لیا، اور ان دونوں کا جواب مختلف ہوا، تو مستفتی کو بہتر یہ ہے کہ اس قول کو لے، جس کی طرف اس کا دل مائل ہو، اور میرے نزدیک اگر اس قول کو لے لیا، جس کی طرف اس کا دل مائل نہیں، تو بھی جائز ہے، کیونکہ اس کے دل کا میلان اور عدمِ میلان برابر ہے، اس کے ذمہ تو کسی بھی مجتہد کی تقلید کرنا واجب ہے، جو وہ کر چکا ہے، خواہ یہ مجتہد مصیب ہو، یا مخطی ہو۔ [1]

اور فقہائے کرام نے فرمایا کہ ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف اجتہاد اور دلیل کے ذریعہ سے منتقل ہونے والا گناہ گار ہے، جو تعزیر کا مستحق ہے، پس بغیر اجتہاد اور دلیل کے تعزیر کا بدرجۂ اولیٰ مستحق ہوگا۔

لیکن یہ ضروری ہے کہ اس اجتہاد سے تحری اور دل کے حکم کے معنیٰ مراد لیے جائیں، کیونکہ عامی کا اجتہاد نہیں ہوتا (ورنہ حقیقت میں مجتہد اپنے اجتہاد کا مکلّف ہے، اور اس کو اپنے اجتہاد کی پیروی کرنا نہ صرف یہ کہ جائز ہے، بلکہ واجب ہے)

پھر ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہونے کی حقیقت صرف اس خاص مسئلہ کے حکم میں متحقق ہوتی ہے، جس میں وہ تقلید کر کے عمل کر چکا ہے (اور جس مسئلہ میں ابھی تک عمل نہیں کیا، اس میں منتقل ہونا ہی متحقق نہیں ہوتا، لہٰذا اس پر مذکورہ حکم بھی لاگو نہ ہوگا)

ورنہ اس کا یہ کہنا کہ میں امام ابوحنیفہ کی ان مسائل میں تقلید کرتا ہوں، جن میں انہوں نے فتویٰ دیا ہے، اور میں نے اجمالاً ان کے فتوے پر عمل کو لازم کر لیا ہے، جبکہ یہ شخص مسائل کی صورتوں کو بھی نہیں جانتا، تو یہ حقیقت میں تقلید نہیں ہے، بلکہ یہ حقیقت میں

---

[1] لیکن آج کی علمی دنیا میں اس طرزِ عمل کو گوارا نہیں کیا جاتا، جس کی وجہ اپنے مذہب کو صواب اور دوسرے مذاہب کو خطاء، بلکہ باطل سمجھ لینا، اور اپنے مذہب کی پابندی کو لازم وضروری سمجھ لینا ہے، جس پر طرح طرح کے فتنے مرتب ہو رہے ہیں، اوپر سے ہر ایک نے اپنے مذہب کے التزام کو واجب قرار دے کر، اس کے فضائل ومناقب بھی بیان کرنا، شروع کر رکھے ہیں۔ محمد رضوان۔

تقلید کو معلق کرنا ہے، یا اس کا وعدہ کرنا ہے، گویا کہ اس نے یہ التزام کرلیا ہے کہ جو مسائل متعین واقعات میں اس کو پیش آئیں گے، وہ ان میں امام ابوحنیفہ کے قول پر عمل کرے گا۔

پس اگر ان حضرات کی (متعین مذہب کے التزام سے) مراد یہی التزام ہے، تو متعین مجتہد کی اتباع واجب ہونے کی کوئی دلیل نہیں، جس سے قولاً، یا نیۃً مقلد اس کو شرعی طریقہ پر اپنے اوپر لازم کرے، بلکہ دلیل اور جن مسائل میں ضرورت ہو، ان میں مجتہد کے قول کے اقتضائے عمل میں اللہ تعالیٰ کا (سورہ نحل میں) یہ فرمان ہے کہ "تم اہلِ علم سے سوال کرو اگر تمہیں علم نہیں"

اور سوال اسی وقت ہوگا، جب کسی معین واقعہ میں حکم کی ضرورت پیش آئے گی، اور اس صورت میں جب اس کے نزدیک کسی بھی مجتہد کا قول ثابت ہوجائے گا، تو اس پر عمل واجب ہوجائے گا۔

اور غالباً ان حضرات کی طرف سے اس طرح کے الزامات لوگوں کو "تتبعِ رخص" (یعنی رخصتوں کی ٹوہ لگانے) سے روکنے کے لیے ہیں، ورنہ ہر مسئلہ میں عامی کو کسی بھی مجتہد کا وہ قول لے لینا جائز ہے، جو اس پر زیادہ اخف اور زیادہ سہل ہو۔

اور میں نہیں سمجھتا کہ اس (اختیارِ اخف) کی کسی نقل، یا عقل سے ممانعت ہو، کیونکہ انسان اسی مجتہد کے قول کی اتباع کرنے والا ہوتا ہے، جو اس کے نفس پر زیادہ اخف ہو، جبکہ اس مجتہد میں اجتہاد کی صلاحیت ہو۔

اور مجھے شریعت کی طرف سے اس (اختیارِ اخف) پر کوئی مذمت معلوم نہیں ہوتی، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر خفیف چیز کو پسند فرمایا کرتے تھے۔ واللہ سبحانہ أعلم بالصواب (فتح القدیر)

بیشتر مشائخِ حنفیہ نے اسی کی پیروی کی ہے، اور کسی سے قابلِ ذکر طریقہ پر اس کی تردید ثابت نہیں، علامہ ابنِ نجیم اور علامہ شامی کی طرف سے اس پر کلام پہلے گزر چکا ہے، تا آنکہ ماضی قریب اور

موجودہ دور کے بہت سے اصحابِ علم نے آ کر اس طرزِ عمل پر نکیر کرنا شروع کردی، اور اب مذکورہ طرزِ عمل پر حیرت وتعجب کا اظہار کیا جانے لگا۔

پھر اگر علامہ ابنِ ہمام کی مندرجہ ذیل عبارت کو بغور ملاحظہ کیا جائے:

"والغالب أن مثل هذه إلزامات منهم لكف الناس عن تتبع الرخص وإلا أخذ العامي في كل مسألة بقول مجتهد قوله أخف عليه .وأنا لا أدري ما يمنع هذا من النقل أو العقل وكون الإنسان يتبع ما هو أخف على نفسه من قول مجتهد مسوغ له الاجتهاد ما علمت من الشرع ذمه عليه، وكان -صلى الله عليه وسلم -يحب ما خفف عن أمته".

تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ "تتبعِ رخص "یعنی رخصتوں کی ٹوہ لگانے، اور مجتہدین کے اقوال میں سے "اتباعِ اخف عليه" میں فرق کے قائل ہیں۔

اسی وجہ سے وہ مجتہدین کے اقوال میں سے "اتباعِ اخف واخذِ اخف "کے متعلق واضح طور پر فرماتے ہیں کہ:

"وأنا لا أدري ما يمنع هذا من النقل أو العقل،ما علمت من الشرع ذمه عليه، وكان -صلى الله عليه وسلم -يحب ما خفف عن أمته".

مذکورہ عبارت میں علامہ ابنِ ہمام نے "اتباعِ اخف واخذِ اخف "کے بارے میں "عقل" یا "نقل وشرع" سے کوئی مانع اور قابلِ مذمت بات نہ ہونے، اور اس کی دلیل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے امت کے لیے تخفیف کو پسند کرنے کا ذکر فرمایا ہے۔

ہمارا رجحان بھی علامہ ابنِ ہمام کے مؤقف کی طرف ہوا، جس کی وجہ یہ ہے کہ تیسیر وتخفیف کو قرآن وسنت کی نصوص میں واضح طور پر پسند کیا گیا ہے، اور جب راجح قول کے مطابق، عامی شخص پر کسی متعین مذہب کا التزام واجب نہیں، تو اس کے لیے اجتہادی مسائل میں تمام مذاہب یکساں طور پر قابلِ اتباع اور "صواب محتملُ الخطاء" ہیں۔

اب ان میں سے کسی مجتہد کے مذہب کو اختیار کرنا صرف "اخف" ہونے کی بنیاد پر ناجائز قرار نہیں

www.idaraghufran.org

دیا جاسکتا، کیونکہ جب عامی شخص کے حق میں تمام مجتہدین کے مذاہب میں سے کسی مذہب کے قول کی اتباع کرنا، دراصل شریعت کی ہی اتباع کرنا ہے، تو اس کے حق میں یہ اقوال ایسے ہی ہوگئے، جیسا کہ شریعت نے اسے چند امور میں اختیار دیا ہو، اور ایسے مواقع پر اختیارِ اخف کو مذموم قرار دیا جانا، درست نہیں۔

اور جن مجتہدین وفقہائے کرام سے ''تتبعِ رخص'' کے فسق ہونے کی روایات مروی ہیں، ان کے کلام سے بھی ''تتبعِ رخص'' کا مفہوم ''اتباعِ اخف'' سے خاص ہونا ظاہر ہوتا ہے، چنانچہ ان حضرات نے ''تتبعِ رخص'' کی مثالوں میں مختلف مذاہب کی طرف منسوب ''شاذ'' اور ''ضعیف'' اقوال کا ذکر کیا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

www.idaraghufran.org

کیا آپ جانتے ہیں؟　مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

صحیح مسلم کے راوی ’’فضیل بن مرزوق‘‘ پر کلام

ماہنامہ التبلیغ راولپنڈی کے شمارہ 6 جلد 18، فروری 2021 عیسوی، جمادی الاخریٰ 1442 ہجری میں ’’اللہ کے لیے محبت اور روافض کا اہلِ بیت کے متعلق غلو‘‘ کے عنوان سے مندرجہ ذیل روایت شائع ہوئی تھی۔

ابوبکر احمد بن ابی خیثمہ (المتوفیٰ: 279ھ) اپنی ’’التاریخُ الکبیر‘‘ میں روایت کرتے ہیں کہ:

أَخْبَرَنَا مُصْعَبٌ؛ قَالَ :عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ حَسَنِ بْنِ حَسَنِ بْنِ عَلِيّ بْنِ أَبِى طَالِبٍ؛ أُمَّهُ :فَاطِمَةُ بِنْتُ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيّ بْنِ أَبِى طَالِبٍ.

قَالَ :وَكَانَ الْفُضَيْلُ بْنُ مَرْزُوْق يَقُوْلُ :سَمِعْتُ الْحَسَنَ بْنَ الْحَسَنِ يَقُوْلُ لِرَجُلٍ يَغْلُوْا فِيهِمْ :وَيْحَكُمْ أَحِبُّوْنَا لِلّٰهِ، فَإِنْ أَطَعْنَا اللّٰهَ فَأَحِبُّوْنَا، وإِنْ عَصَيْنَا اللّٰهَ فَأَبْغِضُوْنَا، فَلَوْ كَانَ اللّٰهُ نَافِعًا أَحَدًا لِقَرَابَتِهِ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِغَيْرِ طَاعَةٍ؛ لَنَفَعَ بِذٰلِكَ أَبَاهُ وَأُمَّهُ، قُوْلُوْا فِيْنَا الْحَقَّ فَإِنَّهُ أَبْلَغُ فِيْمَا تُرِيْدُوْنَ، وَنَحْنُ نَرْضٰى بِهِ مِنْكُمْ (التاريخ الكبير المعروف بتاريخ ابن أبى خيثمة ،ج۲،ص ۲۱۹،رقم الحديث ۳۸۷۲)

ترجمہ: ہمیں مصعب (بن عبداللہ) نے خبر دی، انہوں نے فرمایا کہ عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب، جن کی والدہ فاطمہ بنتِ حسین بن علی بن ابی طالب ہیں، کے متعلق فضیل بن مرزوق نے فرمایا کہ میں نے (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پڑپوتے) حسن بن حسن سے سنا، وہ ایک آدمی کو فرمارہے تھے، جو اُن کے متعلق غلو کرتا تھا کہ تمہارا ناس ہو، تم ہم سے اللہ کے لیے محبت کرو، پس اگر ہم اللہ کی اطاعت کریں، تو

تم ہم سے محبت کرو، اور اگر ہم اللہ کی نافرمانی کریں، تو تم ہم سے بغض رکھو، پس اگر اللہ کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت ورشتہ داری کی وجہ سے بغیر طاعت کے نفع پہنچاتا، تو اس قرابت ورشتہ داری کی وجہ سے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد، اور آپ کی والدہ کو ضرور نفع پہنچاتا، تم ہمارے متعلق حق بات کہو، یہ تمہارے مقصود کو حاصل کرنے کا عمدہ ذریعہ ہے، اور اسی چیز کی وجہ سے ہم تم سے راضی ہو سکتے ہیں (التاریخ الکبیر)

حضرت حسن بن حسن کی مذکورہ روایت کو اور بھی کئی محدثین نے روایت کیا ہے، اور اس روایت کا متعدد اہلِ علم حضرات نے ذکر کیا ہے، اور اس کو حجت کے طور پر پیش کیا ہے، اور اس کی سند کو بھی معتبر قرار دیا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

معلوم ہوا کہ اہلِ تشیع کی طرف سے، محض اہلِ بیت واہلِ نسب ہونے کی بنیاد پر قبولیت کا مدار رکھنا، درست نہیں۔

غلو پر مشتمل فکر کے بعض حاملین کو جب مذکورہ اور اس جیسی روایات کے پیشِ نظر کوئی راہِ فرار کا راستہ نہیں ملتا، تو وہ مبہوتوں کی طرح عجیب وغریب قسم کی اور بہکی بہکی کرنے لگ جاتے ہیں، چنانچہ ان روایات کے متعلق ایک شخص نے یہ اعتراض کیا کہ ''مذکورہ روایت کا مرکزی راوی ''فضیل بن مرزوق'' ہے، جس پر بعض محدثین نے جرح کی ہے''

حالانکہ کسی راوی پر ہر طرح کی جرح کا اعتبار نہیں ہوا کرتا، اور بعض حضرات کے متعلق جس طرح جرح کے اقوال مروی ہو سکتے ہیں، اسی طرح تعدیل کے اقوال بھی مروی ہو سکتے ہیں، اور شاید ہی کوئی راوی ایسا ہو، جس پر کسی نہ کسی نے کوئی جرح نہ کی ہو۔

مذکورہ روایت کے اصل راوی تو حضرت حسن بن حسن، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پڑپوتے، اور جلیلُ القدر شخصیت ہیں۔

(ملاحظہ ہو: تاریخ الإسلام وَوَفیات المشاھیر وَالأعلام، للذھبی، ج۳، ص ۸۴۴، حرف الحاء ،تحت رقم الترجمة ۸۸، سیر أعلام النبلاء، ج۴، ص ۴۸۳، الطبقة الثانیة من التابعین)

اور اس روایت کی سند کے پہلے راوی ''مصعب بن عبداللہ'' ہیں، جن سے ابنِ ماجہ، امام مسلم اور

ابوداؤ د وغیرہ نے احادیث کو روایت کیا ہے، اور متعدد محدثین نے ان کی توثیق کی ہے۔

(ملاحظہ ہو: تهذيب التهذيب لابنِ حجر، ج١٠ ص١٦٢ الى ١٦٤، تحت رقم الترجمة ٣٠٩)

اور اس روایت کے دوسرے راوی ''عبدُ اللہ بن حسن'' ہیں، جو حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کے نسب سے تعلق رکھتے ہیں، یہ بھی معتبر راوی ہیں۔

(ملاحظہ ہو: تهذيب التهذيب لابنِ حجر، ج٥ص١٨٦، ١٨٧، تحت رقم الترجمة ٣٢١)

اور اس روایت کے تیسرے راوی ''فضیل بن مرزوق'' ہیں، جن کی متعدد محدثین نے توثیق و تحسین فرمائی ہے، اور بعض نے ان پر ضعیف ہونے کا حکم لگایا ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ ''حسنُ الحدیث'' سے کم درجے کے راوی نہیں ہیں۔

امام ذہبی نے ''تاریخُ الاسلام'' اور ''میزانُ الاعتدال'' میں فضیل بن مرزوق کے متعلق مختلف اقوال نقل فرمائے ہیں، اور امام مزی نے بھی ان کے متعلق مختلف اقوال نقل فرمائے ہیں۔

جس کے پیشِ نظر ''فضیل بن مرزوق'' کا شمار ''ثقہ حضرات'' یا کم از کم ''حسن درجہ'' کے راویوں میں ہوتا ہے۔

امام ذہبی نے ''سیر اعلام النبلاء'' میں ''فضیل بن مرزوق'' کو ''محدث'' کا خطاب دیا ہے، اور محدثین کی مختلف آراء کے ضمن میں ''فضیل بن مرزوق'' کی حدیث کو ''حسن'' درجہ میں شمار کیا ہے۔ [1]

نیز امام ذہبی نے ''الکاشف'' میں ''فضیل بن مرزوق'' کو ''ثقہ'' فرمایا ہے۔ [2]

زینُ الدین عبدالرحمٰن بن احمد بن رجب دمشقی، حنبلی (المتوفیٰ: 795ہجری) فرماتے ہیں کہ:

وفضيل بن مرزوق ثقة وسط خرج له مسلم دون البخارى (جامع العلوم والحكم فى شرح خمسين حديثا من جوامع الكلم، ج١، ص٢٥٨، الحديث العاشر إن الله تعالى طيب لا يقبل إلا طيبا)

---

[1] قلت: ما ذكره فى الضعفاء البخارى، ولا العقيلى، ولا الدولابى، وحديثه فى عداد الحسن -إن شاء الله- وهو شيعى (سير أعلام النبلاء، ج٧، ص٣٤٢)

[2] فضيل بن مرزوق الكوفى عن أبى حازم الاشجعى وطائفة وعنه يحيى بن آدم وقبيصة وعلى بن الجعد ثقة (الكاشف فى معرفة من له رواية فى الكتب الستة، ج٢، ص١٢٥، تحت رقم الترجمة ٤٤٩٢)

ترجمہ:اور فضیل بن مرزوق درمیانی درجہ کے ثقہ ہیں، مسلم نے ان کی حدیث کو روایت کیا ہے، بخاری نے روایت نہیں کیا (جامع العلوم والحکم)

شہابُ الدین احمد بن حسین مقدسی رملی شافعی (المتوفیٰ:844ہجری) فرماتے ہیں کہ:

فضيل بن مرزوق،الكوفی، ثقة (شرح سنن أبی داود، ج١٦، ص١١٣، كتاب الحروف والقراء ات)

ترجمہ:فضیل بن مرزوق کوفی ثقہ ہیں (شرح سنن أبی داود)

اورعلامہ جلالُ الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ:

(قلت) فضيل الذی أعلى به الطريق الأول ثقة صدوق احتج به مسلم فی صحيحه وأخرج له الأربعة (اللآلی المصنوعة فی الأحاديث الموضوعة، ج١، ص٣٠٩)

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ فضیل بن مرزوق، جو اس حدیث کی سند میں اوپر ہیں، یہ ثقہ اور سچے ہیں، ان سے امام مسلم نے اپنی صحیح میں حجت پکڑی ہے، اور ان سے چاروں اصحابِ سنن (ترمذی، ابوداود، نسائی اور ابنِ ماجہ) نے احادیث روایت کی ہیں (اللآلی المصنوعۃ)

امام مسلم نے ''صلاۃِ وسطیٰ'' سے ''نمازِ عصر'' مراد ہونے کے متعلق ''فضیل بن مرزوق'' کی سند سے حدیث کو روایت کیا ہے (ملاحظہ ہو: مسلم، رقم الحدیث ''٦٣٠''٢٠٨'')

امام حاکم نے بھی مذکورہ حدیث کو روایت کیا ہے، اور اس کی سند کو مسلم کی شرط کے مطابق قرار دیا ہے، جس کی علامہ ذہبی نے بھی موافقت کی ہے (ملاحظہ ہو: مستدرک حاکم، رقم الحدیث ٣١١٢)

اور امام مسلم نے ''فضیل بن مرزوق'' کی سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا، وَإِنَّ اللّٰهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِيْنَ، فَقَالَ(يَا أَيُّهَا

الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا، إِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ)وَقَالَ(يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ)ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيْلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ، يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ، يَا رَبِّ، يَا رَبِّ، وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ، وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ، وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ، وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ، فَأَنّٰى يُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ(مسلم، رقم الحديث ١٠١٥ "٦٥" كتاب الزكاة، باب قبول الصدقه من الكسب الطيب وتربيتها)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو! بے شک اللہ پاکیزہ ہے، پاکیزہ چیز ہی کو قبول فرماتا ہے، اور بے شک اللہ نے مومنوں کو اسی چیز کا حکم دیا ہے، جس کا رسولوں کو حکم دیا ہے، پس فرمایا کہ اے رسولو! پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ، اور نیک عمل کرو، بے شک میں تمہارے اعمال کو اچھی طرح جانتا ہوں، اور فرمایا کہ اے ایمان والو! اللہ نے جو تم کو رزق دیا، اس میں سے پاکیزہ چیزوں کو کھاؤ، پھر رسول اللہ نے ایک آدمی کا ذکر کیا، جو دور سے لمبا سفر کر کے (بیتُ اللہ وغیرہ کے لئے) جاتا ہے، اس کے سر کے بال بکھرے ہوئے ہیں، بدن پر گرد وغبار اُٹا ہوا ہے، اور وہ آسمان کی طرف ہاتھ پھیلائے ہوئے یارب یارب کہہ کر دعا کرتا ہے (یہ شخص دعا تو کر رہا ہے) لیکن حال یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام ہے، اور پینا حرام ہے اور پہننا حرام ہے اور اس کی غذا حرام ہے، پس ان حالات کی وجہ سے اس کی دعا کیوں کر قبول ہوگی (مسلم)

امام حاکم نے ''فضیل بن مرزوق'' کی سند سے ایک حدیث کو روایت کر کے اس کو مسلم کی شرط کے مطابق صحیح کہا ہے، علامہ ذہبی نے بھی اس کو مسلم کی شرط پر کہا ہے۔

(ملاحظہ ہو: مستدرک حاکم، رقم الحديث ٥٦٨١)

علامہ احمد بن محمد بن علی بن حجر ہیتمی (المتوفی:974ہجری) فرماتے ہیں کہ:

(رواه مسلم) من رواية فضيل بن مرزوق، وهو ثقةٌ وسطٌ وإن لم يخرج له البخاري، ولا يقدح فيه قول الترمذي :حسن غريب .

وهو من الأحاديث التي عليها قواعد الإسلام، ومباني الأحكام، وعليه

العمدة فی تناول الحلال وتجنُّب الحرام، وما أعم نفعه وأعظمه(الفتح المبین بشرح الأربعین، ص ۲۹۲،الحدیث العاشر (کسب الحلال سبب لإجابة الدعاء ,وأکل الحرام یمنعها)

ترجمہ:اس حدیث کومسلم نےفضیل بن مرزوق کی سند سےروایت کیا ہے،اور''فضیل بن مرزوق'' درمیانی درجہ کےثقہ ہیں،اگرچہ ان سے بخاری نے روایت نہیں کی،اور ان کے بارے میں ترمذی کا''حسن غریب کہنا'' ردو قدح کا باعث نہیں،اور ابنِ مرزوق کی روایت کردہ یہ حدیث ان احادیث میں سے ہے،جن پرقواعدِ اسلام،اور مبانیٔ اسلام کامدار ہے،اوراس پرحلال کواختیار کرنے،اورحرام سےاجتناب کرنے کا عمدہ صلہ مبنی ہے،اوراس حدیث کانفع عام اورعظیم ہے(کسب الحلال)

اورشیخ محمد بن علی بن آدم بن موسیٰ الاِتیوبی الولوی فرماتے ہیں کہ:

(تنبیه) هـذا الحدیث صحیح، کما هو صنیع المصنف -رحمه الله-، ورجاله ثقات، رجال الشیخین، غیر فضیل بن مرزوق، فإنه من رجال مسلم، والأکثرون علی توثیقه، فقد وثقه سفیان الثوری، وابن معین، فی أصح الروایات عنه، والعجلی، ویعقوب بن سفیان، وابن خراش، وقال أحمد :لا أعلم إلا خیرا، وقال البخاری :مقارب الحدیث، ووثقه مسلم، حیث احتج به فی "صحیحه"، وقال ابن عدی :أرجو أنه لا بأس به، وقال ابن رجب :وفضیل بن مرزوق ثقة وسط، خرج له مسلم دون البخاری .

وإنما ضعفه النسائی، وذکره ابن حبان فی "الثقات"، وفی "المجروحین"، وقال أبو حاتم :صدوق صالح الحدیث یهم کثیرا، یکتب حدیثه، ولا یحتج به.

قال الجامع عفا الله عنه :قد تبین بما ذکر أن الأکثرین علی توثیق

www.idaraghufran.org

فضيل بن مرزوق، ومن أغرب ما يرى أن بعض من كتب فى هامش "صحيح مسلم أشار إلى الطعن فى صحة هذا الحديث، حيث قال: أخرجه مسلم، والبخارى فى "جزء رفع اليدين"، والترمذى، وأحمد، من طريق فضيل بن مرزوق، وهو ضعيف، ثم ذكر قول من ضعفه، فقط، ولم يذكر أحدا ممن وثقه، وهذا عجيب، وجراء ة على "صحيح مسلم."

والحق أن الحديث صحيح، كما هو رأى المصنف؛ لأن الأكثرين على توثيق فضيل، فتبصر، والله تعالى أعلم (البحر المحيط الثجاج فى شرح صحيح الإمام مسلم بن الحجاج، ج ١٩، ص ٣٩٦، كتاب الزكاة)

ترجمہ: تنبیہ: یہ حدیث صحیح ہے، جیسا کہ مصنف، یعنی امام مسلم رحمہ اللہ کے طرزِ عمل سے معلوم ہوتا ہے، اوراس کے راوی ثقہ ہیں، جو بخاری اور مسلم کے راویوں میں سے ہیں، سوائے فضیل بن مرزوق کے کہ وہ مسلم کے راویوں میں سے ہیں، اور اکثر حضرات ان کو ثقہ قرار دیتے ہیں، چنانچہ ان کو سفیان ثوری، اور ابنِ معین نے زیادہ صحیح روایت کے مطابق ثقہ قرار دیا ہے، اور امام عجلی، اور یعقوب بن سفیان، اور ابنِ خراش نے بھی ان کو ثقہ قرار دیا ہے، اور امام احمد نے فرمایا کہ میرے علم میں ان کا خیر والا ہونا ہی آیا، اور امام بخاری نے ان کو"مقاربُ الحدیث" قرار دیا، اور امام مسلم نے ان کی توثیق کی، اس طور پر کہ انہوں نے اپنی صحیح میں، ان سے حجت پکڑی، اور ابنِ عدی نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ ان کی روایت کے لینے میں کوئی حرج نہیں، اور ابن رجب نے فرمایا کہ فضیل بن مرزوق درمیانی درجہ کے ثقہ ہیں کہ ان سے امام مسلم نے روایت لی ہے، بخاری نے روایت نہیں لی۔ اوران کو نسائی نے ضعیف کہا ہے، اور ابنِ حبان نے "کتابُ الثقات" اور "المجروحین" دونوں میں ان کا ذکر کیا ہے، اور ابو حاتم نے ان کے سچا، اور "صالحُ الحدیث" اور کثیر وہم والا ہونے، اور ان کی حدیث لکھے جانے کے قابل ہونے اور حجت نہ پکڑے جانے کا کہا ہے۔

جامع عفا اللہ عنہ کہتا ہے کہ مذکورہ تفصیل سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ اکثر حضرات فضیل بن مرزوق کی توثیق کے قائل ہیں، اور بعض کو عجیب غلط فہمی ہوی کہ انہوں نے صحیح مسلم کے بعض حواشی میں اس حدیث کی صحت پر طعن کر دیا، اور یہ کہہ دیا کہ اس حدیث کو مسلم اور بخاری نے ''جزء رفع الیدین'' میں اور ترمذی اور احمد نے فضیل بن مرزوق کی سند سے روایت کیا ہے، اور یہ ضعیف ہیں، پھر ان کے صرف ضعف کا ذکر کر دیا، اور کسی کی طرف سے ان کی توثیق کا ذکر نہیں کیا، اور یہ عجیب (ناانصافی والا) طریقہ ہے، اور امام مسلم کے خلاف جرأت ہے۔

اور حق بات یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے، جیسا کہ مصنف، یعنی امام مسلم کی رائے ہے، کیونکہ اکثر حضرات فضیل بن مرزوق کی توثیق کے قائل ہیں، پس آپ آنکھیں کھول لیں، واللہ تعالی اعلم (البحر المحیط)

مذکورہ قدیم اور جدید اہلِ علم حضرات کے حوالہ جات سے مذکورہ روایت کی سند کا معتبر ہونا ثابت ہوگیا، اور بعض غالی حضرات کی طرف سے اس کی سند پر بے جا اعتراض وشبہ کا جواب بھی ہوگیا۔

پھر جب بعض غالی اشخاص مذکورہ روایات کی سند کو ضعیف قرار دینے سے عاجز آجاتے ہیں، تو دوسری بے سروپا تاویل کرنا شروع کر دیتے ہیں کہ ممکن ہے کہ مذکورہ روایات میں ابولہب، یا ابو طالب مراد ہوں، کیونکہ بعض روایات میں ''ابا و اما'' کے الفاظ ہیں۔

حالانکہ ان الفاظ سے بھی ''اب'' اور ''ام'' کا مراد ہونا ہی ثابت ہوتا ہے، اہلِ علم نے ان الفاظ کو بول کر ''اب'' اور ''ام'' کو ہی مراد لیا ہے، اور مجاز کی طرف عدول کی کوئی دلیل نہیں۔ [1]

نیز ایسی تاویل کی صورت میں ''ام'' سے ابو طالب کی بیوی ''فاطمۃ بنتِ اسد'' کو مراد لینا پڑے گا، جو درست نہیں، کیونکہ انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔

(ملاحظہ ہو: فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج۷، ص ۷۱، قوله باب مناقب علی بن أبی طالب)

---

[1] وكذلك إن ترك المقتول أبا وأما أو ابنة أو امرأة أو أخا لأب؛ الإرث يجرى فی القصاص عندنا ويجب حق الاستيفاء لكل من كان وارثا له فيكتب على نحو ما ذكرنا فی الابن (الفتاوى الهندية، ج٦، ص ١٩٣، كتاب المحاضر والسجلات، محضر فی إثبات القود)

www.idaraghufran.org

اس کے علاوہ بعض روایات میں درجِ ذیل الفاظ واضح طور پر موجود ہیں کہ:

”لو كان الله نافعا بقرابة رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم بغير عمل بطاعته لنفع بذلک أقرب الناس إليه أباه وأمه “

اور یہ بات ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ”اب“ اور ”ام“ ہی ہیں۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ بعض اہلِ علم حضرات نے اسی قسم کی تاویلات حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے والد ”آزر“ کے متعلق بھی کر دی ہیں، جو بنیادی طور پر اہلِ تشیع کی طرف سے کی گئی تھیں، پھر بعد کے بعض اہل السنۃ والجماعۃ بھی اس طرح کی غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے، محققین اہل السنۃ نے اس پر بھی مفصل ومدلل کلام کیا ہے۔

امام رازی نے اپنی تفسیر میں سورہ انعام کے ذیل میں فرمایا کہ:

”تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ ظاہری آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام ”آزر“ ہی تھا، اور بعض ملاحدہ نے جو اہلِ نسّاب کے اس قول کو لے کر قرآن مجید میں طعن کیا ہے کہ انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام ”تارح“ کہا ہے، جس میں ان کا کوئی اختلاف نہیں، تو یہ درست نہیں، کیونکہ اہلِ نساب کا یہ قول خطاء پر مبنی ہے، صواب نہیں، اور اس کو اہلِ نساب کا اجماع کہنا بھی ضعیف ہے، کیونکہ یہ ایک دوسرے کی تقلید سے حاصل ہوا ہے، اور اگر اس بات کو تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام ”تارح“ تھا، تو بھی ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ ممکن ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے والد کے یہ دونوں نام ہوں، ان کا اصلی نام ”آزر“ ہو، اور ”تارح“ ان کا لقب ہو، اور وہ اس لقب سے مشہور ہو گئے ہوں، اور اصل نام مخفی رہ گیا ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے برعکس معاملہ ہو کہ ”تارح“ اصل نام ہو، اور ”آزر“ ان کا غالب لقب ہو، اور اللہ تعالیٰ نے اس غالب لقب کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہو۔

اور یہ جواب بھی ہوسکتا ہے کہ ''آزر'' مخصوص صفت ہو، لیکن ان دونوں جوابوں کی طرف رجوع کرنا، اسی کے نزدیک جائز ہے، جوقرآن مجید کے تھوڑے الفاظ کو غیر لغتِ عربی پر مشتمل ہونے کے جواز کا قائل ہو۔

اور تیسرا جواب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آزر بت کا نام ہو، جس کی ابراہیم علیہ السلام کے والد عبادت کرتے ہوں، اور ان کا یہ نام اللہ تعالیٰ نے اس وجہ سے رکھا ہو کہ انہوں نے اپنے آپ کو اس بت کی عبادت کے ساتھ مختص کرلیا تھا، اور جو کسی کی محبت میں مبالغہ کرے، تو محبوب کے نام کو ''محبّ'' کا نام قرار دے دیا جاتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا سورہ اسراء میں ارشاد ہے ''یوم ندعوا کل أناس بإمامهم''۔

یا پھر ''آزر'' کی عبادت کرنے والا مراد ہو، مضاف کو حذف کرکے، مضاف الیہ کو اس کی جگہ رکھ دیا گیا ہو۔

اور چوتھا جواب بعض کی طرف سے یہ دیا گیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام ''تارح'' تھا، اور ''آزر'' آپ کے چچا تھے، اور چچا پر بعض اوقات والد کے نام کا اطلاق کردیا جاتا ہے۔

لیکن یہ بات جان لینی چاہئے کہ اس قسم کے تکلفات کو اختیار کرنے کی ضرورت اس وقت پیش آئے گی، جب کہ کوئی واضح دلیل اس بات کی پائی جائے کہ ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام ''آزر'' نہیں تھا، دراں حالیکہ اس کی کوئی بھی دلیل نہیں پائی جاتی، تو ہمیں ان تاویلات کی کون سی ضرورت پیش آئی۔

اور ظاہری آیت جس بات پر دلالت کرتی ہے (یعنی آزر کے حضرت ابراہیم کے والد ہونے کا) اس کے صحیح ہونے کی قوی دلیل یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے اور آپ سے بغض کا اظہار کرنے کے بہت زیادہ حریص تھے، پس اگر (قرآن مجید میں بیان کیا گیا) یہ نسب درست نہ ہوتا، تو یہ بات عادتاً ناممکن تھی کہ وہ اس کی تکذیب سے سکوت اختیار کرتے، اور جب انہوں نے اس

کی تکذیب نہیں کی، تو ہم نے یہ بات جان لی کہ یہ نسب صحیح ہے (یعنی ''آزر'' ابراہیم علیہ السلام کے والد کا ہی نام ہے)

چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ شیعہ کا قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء و اجداد میں کوئی کافر نہیں تھا، اور انہوں نے اس بات کا بھی انکار کیا ہے کہ ابراہیم کے والد کافر تھے، اور انہوں نے اس بات کا بھی ذکر کیا ہے کہ ''آزر'' دراصل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا تھے، والد نہیں تھے۔

اور شیعہ نے اپنے قول کی چند دلیلیں دی ہیں۔

شیعہ کی پہلی دلیل یہ ہے کہ انبیاء کے آباء کافر نہیں تھے، جس کی ان کے بقول کئی دلیلیں ہیں، جن میں سے ایک دلیل اللہ تعالیٰ کا سورہ شعراء میں یہ قول ہے کہ ''**الذی یراک حین تقوم وتقلبک فی الساجدین**''۔

جس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی روح ایک سجدہ کرنے والے سے دوسرے سجدہ کرنے والے کی طرف منتقل ہوتی رہی، اور اس معنیٰ کے پیشِ نظر یہ آیت اس بات پر دلالت کرے گی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء مسلمان تھے، اور اس صورت میں ابراہیم علیہ السلام کے مسلمان ہونے پر بھی یقین کرنا واجب ہوگا۔

اور اگر یہ شبہ کیا جائے کہ ''**وتقلبک فی الساجدین**'' دوسری وجوہات کا بھی احتمال رکھتا ہے، چنانچہ مفسرین نے اس میں دوسری وجوہات کا بھی ذکر کیا ہے۔

تو (شیعہ کی طرف سے) اس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ یہ آیت، سب معنیٰ کا احتمال رکھتی ہے، لہٰذا بعض پر محمول کرنا، بعض پر محمول کرنے سے اولیٰ نہیں ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ ہم اس آیت کو تمام معنیٰ پر محمول کریں، اور اس صورت میں مقصود حاصل ہو جائے گا (کہ آزر، حضرت ابراہیم کے والد نہیں تھے)

اور شیعہ کے مذکورہ قول کی ایک دلیل، نبی علیہ السلام کا یہ ارشاد ہے کہ ''**لم أزل أنقل**

من أصلاب الطاهرين إلى أرحام الطاهرات‘‘۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ’’إنما المشركون نجس ‘‘لہٰذا یہ کہنا واجب ہے کہ نبی علیہ السلام کے اجداد میں سے کوئی بھی مشرک نہیں تھا، جب یہ بات ثابت ہوگئی، تو ہم (یعنی شیعہ) یہ کہتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کے والد مشرک نہیں تھے، اور یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ’’آزر‘‘مشرک تھے، تو اس بات پر یقین کرنا واجب ہوگیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد’’آزر‘‘کے علاوہ کوئی دوسرے انسان تھے۔

اور (شیعہ کی طرف سے)’’آزر‘‘کے ابراہیم علیہ السلام کے والد نہ ہونے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے’’آزر‘‘کے ساتھ سخت اور جفا والے الفاظ سے خطاب کیا، اور باپ کے ساتھ جفا والے الفاظ سے خطاب کرنا جائز نہیں۔

چنانچہ ابراہیم علیہ السلام کا’’آزر‘‘کو نداء دینے کا ذکر ہے، اور باپ کو اس کے اصل نام سے پکارنا جفاء کی بڑی اقسام میں سے ہے، دوسرے ابراہیم علیہ السلام نے’’آزر‘‘سے یہ بھی فرمایا کہ’’إني أراک وقومک في ضلال مبين ‘‘اور یہ جفا کی ایذاء والی عظیم اقسام میں سے ہے، لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ’’آزر‘‘دراصل ابراہیم علیہ السلام کے والد نہیں تھے۔

لیکن (شیعہ کے برعکس) ہمارے اصحاب (یعنی اہلِ سنت) کا قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کافر تھے، اور ہمارے اصحاب نے یہ بات ذکر کی ہے کہ اس آیت میں قرآن مجید کی نص، اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ’’آزر‘‘کافر تھے، اور وہ ابراہیم علیہ السلام کے والد تھے، جس کی دلیل سورہ توبہ کی یہ آیت بھی ہے کہ’’وما كان استغفار إبراهيم لأبيه إلى قوله: فلما تبين له أنه عدو لله تبرأ منه‘‘۔

جہاں تک شیعہ کی اس دلیل کا تعلق ہے کہ’’وتقلبک في الساجدين ‘‘تو ہم شیعہ کی طرف سے یہ بات پہلے بیان کر چکے کہ یہ آیت تمام وجوہ کا احتمال رکھتی ہے، لیکن ہم

اس کے جواب میں کہیں گے یہ بات ناممکن ہے، کیونکہ لفظِ مشترک کوتمام معانی پرمحمول کرنا جائزنہیں ہے، نیز لفظ کوایک ساتھ اس کی حقیقت اورمجاز پرمحمول کرنا بھی جائز نہیں، جہاں تک نبی علیہ السلام کے اس قول کاتعلق ہے کہ’’لم أزل أنقل من أصلاب الطاهرين إلى أرحام الطاهرات ‘‘تو یہ اس بات پرمحمول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب میں کوئی گڑبڑ واقع نہیں ہوئی (یعنی اس روایت کو اگر سند کے اعتبار سے معتبر مانا جائے، تو یہ نسبُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ہونے پر دلالت کرے گی، اس کی ابوی النبی کے ایمان پر دلالت نہ ہوگی) اور جہاں تک والد کے ساتھ سخت الفاظ کاتعلق ہے کہ یہ ابراہیم علیہ السلام کے لیے زیب نہیں دیتے تھے، تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ غالباً ان کے والد نے کفر پر اصرار کیا تھا، جس کی وجہ سے وہ اس سختی کے مستحق ہوگئے تھے‘‘۔

ملاحظہ ہو: (تفسیر الرازی، ج۱۳ ص ۳۱ الی ۳۴، سورۃ الانعام)

علامہ جلالُ الدین سیوطی (المتوفیٰ: 911ہجری) کوامام رازی کے موقف کوسمجھنے میں سخت تسامح ہوا، اورامام رازی نے جوقول اہلِ تشیع کا ذکر کیا ہے، اورانہوں نے جس قول کی تردید کی ہے، وہ قول علامہ سیوطی نے اہلُ السنۃ کا سمجھ کرنقل کردیا، اورساتھ ہی اہلِ تشیع کی طرف سے پیش کردہ دلائل کو بھی اہلُ السنۃ کے دلائل سمجھ کرنقل کردیا، اوراس کی نسبت امام رازی کی طرف کردی، اوراس تسامح کا سلسلہ نقل درنقل چلتا رہا، اسی تسامح میں آج تک بہت سے علماء مبتلا ہیں، اوراوپر سے اپنی ’’خطاء‘‘کو’’صواب‘‘قرار دینے پر بھی مُصِر ہیں۔

اس طرح کے بہت سے شبہات کے جوابات ہم نے اپنی مفصل ومدلل تالیف’’آباءِ انبیاء کے ’’موحّد‘‘ ہونے پرکلام‘‘میں بیان کردیے ہیں۔

پس شریعت کے احکام کے مقابلے میں اپنے جذبات کوترجیح دینا، اوران جذبات کی خاطر بے جا تاویلات کرنا، درست طریقہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔آمین۔

عبرت کدہ — حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام: قسط 67 — مولانا طارق محمود

﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَعِبۡرَۃً لِّاُولِی الۡاَبۡصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

قومِ فرعون پر آنے والے مختلف عذاب (آخری حصہ ششم)

فرعون کے ایمان کو قبول نہ کرنے کی وجوہ

اس جگہ یہ سوال ہوتا ہے کہ جب فرعون نے یہ کہہ دیا کہ میں اس پر ایمان لایا جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ نے اس کا ایمان کیوں قبول نہیں فرمایا، محققین نے اس کے درج ذیل جوابات دیئے ہیں:

(1)......فرعون جب ایمان لایا، تو وہ نزولِ عذاب کا وقت ہے، اور یہ حالت ''اضطرار'' کی کہلاتی ہے، اس لیے اس وقت کا ایمان لانا مقبول نہیں ہوتا۔ [1]

قرآن مجید میں ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَلَمَّا رَاَوۡا بَاۡسَنَا قَالُوۡۤا اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَحۡدَہٗ وَکَفَرۡنَا بِمَا کُنَّا بِہٖ مُشۡرِکِیۡنَ. فَلَمۡ یَکُ یَنۡفَعُہُمۡ اِیۡمَانُہُمۡ لَمَّا رَاَوۡا بَاۡسَنَا سُنَّتَ اللّٰہِ الَّتِیۡ قَدۡ خَلَتۡ فِیۡ عِبَادِہٖ وَخَسِرَ ہُنَالِکَ الۡکٰفِرُوۡنَ (سورۃ غافر، رقم الآیات ۸۴، ۸۵)

یعنی ''پھر جب انہوں نے دیکھا ہمارا عذاب (تو) انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے اس

---

[1] الوجه الأول: أنه إنما آمن عند نزول العذاب، والإيمان فی هذا الوقت غير مقبول، لأن عند نزول العذاب يصير الحال وقت الإلجاء، وفی هذا الحال لا تكون التوبة مقبولة، ولهذا السبب قال تعالى: فلم يک ينفعهم إيمانهم لما رأوا بأسنا (التفسير الكبير للرازی، ج۱۷ ص ۲۹۶، سورة يونس)

قوله: (حتى إذا أدركه الغرق) ، أی: حتى إذا أدرک فرعون الغرق، وكان يوم عاشوراء .قوله: (قال آمنت إلى آخره) ، كرر الإيمان ثلاث مرات حرصا على القبول فلم ينفعه ذلک لأنه كان فی حالة الاضطرار، ولو كان قالها مرة واحدة فی حالة الاختيار لقبل ذلک منه (عمدة القاری للعينی، ج۱۸ ص ۲۸۶، كتاب تفسير القرآن، باب: جاوزنا ببنی إسرائيل البحر فأتبعهم فرعون الخ)

www.idaraghufran.org

ایک اللہ پر، اور ہم نے انکار کیا (ان) کا جنہیں تھے ہم اسکے ساتھ شریک ٹھہرانے والے۔ پھر نہ تھا (کہ) نفع دیتا انہیں ان کا ایمان لانا، جب انہوں نے دیکھ لیا ہمارا عذاب (یہ) اللہ کا طریقہ ہے، جو یقیناً گزر چکا ہے اس کے بندوں میں، اور خسارے میں رہے اس موقع پر کافر لوگ"۔ [1]

(2)......فرعون نے جب عذاب کو دیکھ لیا تو اس نے وقتی طور پر عذاب کو ٹالنے کے لیے ایمان کا اظہار کیا، اس کا مقصود اللہ کی عظمت وجلال کو ماننے کا نہ تھا اور نہ ہی اس نے اللہ کی ربوبیت کا اعتراف کیا تھا۔ [2]

(3)......ایمان اس وقت مکمل ہوتا ہے، جب توحید کے ساتھ رسالت کا بھی اقرار کرے، فرعون نے اللہ پر ایمان لانے کا اظہار کیا تھا لیکن حضرت موسیٰ کی نبوت پر ایمان لانے کا اقرار نہیں تھا، اس لیے اس کا ایمان مقبول نہیں ہوا۔ [3]

---

[1] "حتى إذا أدركه الغرق"وغشيته سكرات الموت "قال"وهو كذلك حين لا ينفع نفسا إيمانها "آمنت أنه لا إله إلا الذى آمنت به بنو إسرائيل وأنا من المسلمين"وما علم اللعين أن التوبة عند المعاينة غير نافعة فلم يك ينفعهم إيمانهم لما رأوا بأسنا ولذا قال الله تعالى فى جواب فرعون "الآن"أى أتؤمن وقت الاضطرار"وقد عصيت قبل"(ارشاد السارى لشرح صحيح البخارى للقسطلانى، ج۷ص۱۶۶)

[2] الوجه الثانى: هو أنه إنما ذكر هذه الكلمة ليتوسل بها إلى دفع تلك البلية الحاضرة والمحنة الناجزة، فما كان مقصوده من هذه الكلمة الإقرار بوحدانية الله تعالى، والاعتراف بعزة الربوبية/ وذلة العبودية، وعلى هذا التقدير فما كان ذكر هذه الكلمة مقرونا بالإخلاص، فلهذا السبب ما كان مقبولا(التفسير الكبير للرازى، ج۱۷ص۲۹۶، سورة يونس)

قال العلماء: إيمانه غير مقبول وذلك أن الإيمان والتوبة عند معاينة الملائكة والعذاب غير مقبولين ويدل عليه قوله تعالى: فلم يك ينفعهم إيمانهم لما رأوا بأسنا.

وقيل: إنه قال هذه الكلمة ليتوصل بها إلى دفع ما نزل به من البلية الحاضرة، ولم يكن قصده بها الإقرار بوحدانية الله تعالى والاعتراف له بالربوبية لا جرم لم ينفعه ما قال فى ذلك الوقت.

وقيل: إن فرعون كان من الدهرية المنكرين لوجود الصانع الخالق سبحانه وتعالى، فلهذا قال آمنت أنه لا إله إلا الذى آمنت به بنو إسرائيل فلم ينفعه ذلك لحصول الشك فى إيمانه ولما رجع فرعون إلى الإيمان والتوبة حين أغلق بابهما بحضور الموت ومعاينة الملائكة قيل له(تفسير الخازن، ج۲ص۴۶۰، سورة يونس)

[3] الوجه السادس: لعل الإيمان إنما كان يتم بالإقرار بوحدانية الله تعالى، والإقرار بنبوة موسى عليه السلام فههنا لما أقر فرعون بالوحدانية ولم يقر بالنبوة لا جرم لم يصح إيمانه ونظيره أن الواحد من الكفار لو قال ألف مرة أشهد أن لا إله إلا الله فإنه لا يصح إيمان إلا إذا قال معه وأشهد أن محمدا رسول الله، فكذا هاهنا(التفسير الكبير للرازى، ج۱۷ص۲۹۶، سورة يونس)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

بعض روایات میں ہے کہ فرعون جب غرق ہونے کے وقت موت کے ڈر سے ایمان قبول کرنے کا اعلان کررہا تھا، تو جبریلِ امین اس کے منہ میں مٹی ٹھونس رہے تھے۔

چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت کہ:

إِنَّ جِبْرِيلَ كَانَ يَدُسُّ فِي فَمِ فِرْعَوْنَ الطِّينَ، مَخَافَةَ أَنْ يَقُولَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ(مسند احمد، رقم الحديث ٢١٤٤) [1]

ترجمہ: جبریل، فرعون کے منہ میں کیچڑ ٹھونس رہے تھے، اس ڈر سے کہ کہیں وہ ''لا الٰہ الا اللہ'' نہ کہہ دے (مسند احمد)

اس طرح کی روایت حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بھی مروی ہے، لیکن اس روایت کو

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بعض مفسرین نے اس کے مزید بھی کئی جوابات دیئے ہیں۔

الوجه الثالث: هو أن ذلك الإقرار كان مبنيا على محض التقليد، ألا ترى أنه قال: لا إله إلا الذى آمنت به بنوا إسرائيل فكأنه اعترف بأنه لا يعرف الله، إلا أنه سمع من بنى إسرائيل أن للعالم إلها، فهو أقر بذلك الإله الذى سمع من بنى إسرائيل أنهم أقروا بوجوده، فكان هذا محض التقليد، فلهذا السبب لم تصر الكلمة مقبولة منه، ومزيد التحقيق فيه أن فرعون على ما بيناه فى سورة طه كان من الدهرية، وكان من المنكرين لوجود الصانع تعالى، ومثل هذا الاعتقاد الفاحش لا تزول ظلمته، إلا بنور الحجج القطعية، والدلائل اليقينية، وأما بالتقليد المحض فهو لا يفيد، لأنه يكون ضما لظلمة التقليد إلى ظلمة الجهل السابق.

الوجه الرابع: رأيت فى بعض الكتب أن بعض أقوام من بنى إسرائيل لما جاوزوا البحر اشتغلوا بعبادة العجل، فلما قال فرعون آمنت أنه لا إله إلا الذى آمنت به بنوا إسرائيل انصرف ذلك إلى العجل الذى آمنوا بعبادته فى ذلك الوقت، فكانت هذه الكلمة فى حقه سببا لزيادة الكفر.

الوجه الخامس: أن اليهود كانت قلوبهم مائلة إلى التشبيه والتجسيم ولهذا السبب اشتغلوا بعبادة العجل لظنهم أنه تعالى حل فى جسد ذلك العجل ونزل فيه، فلما كان الأمر كذلك وقال فرعون آمنت أنه لا إله إلا الذى آمنت به بنوا إسرائيل فكأنه آمن بالإله الموصوف بالجسمية والحلول والنزول، وكل من اعتقد ذلك كان كافرا فلهذا السبب ما صح إيمان فرعون.............

الوجه السابع: روى صاحب الكشاف أن جبريل عليه السلام أتى فرعون بفتيا فيها ما قول الأمير فى عبد نشأ فى مال مولاه ونعمته، فكفر نعمته وجحد حقه، وادعى السيادة دونه، فكتب فرعون فيها يقول أبو العباس الوليد بن مصعب جزاء العبد الخارج على سيده الكافر بنعمته أن يغرق فى البحر، ثم إن فرعون لما غرق رفع جبريل عليه السلام فتياه إليه(التفسير الكبير للرازى، ج١٧ ص٢٩٦، سورة يونس)

[1] قال شعيب الارنؤوط: صحيح موقوفاً على ابن عباس، رجاله ثقات رجال الشيخين غير عطاء بن السائب متابع عدى بن ثابت، فقد روى له أصحاب السنن وهو صدوق، وشعبة روى عنه قبل الاختلاط(حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ ۱؎

ان احادیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہر چیز پر سبقت لے جاتی ہے، تو جبریلِ امین کو یہ اندیشہ ہوا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وجہ سے یہ اللہ تعالیٰ کا دشمن بچ گیا، تو یہ پھر کفر اختیار کرے گا، جس طرح کے سابقہ عذابات میں اس کا یہی طرزِ عمل رہا، اس لیے اس کا غرق ہونا ہی بہتر ہے۔ ۲؎

۱؎ حدثنا سلیمان بن حرب، حدثنا حماد بن سلمة، عن علی بن زید، عن یوسف بن مهران، عن ابن عباس، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " لما قال فرعون:"آمنت أنه لا إله إلا الذى آمنت به بنو إسرائيل"، قال: " قال لى جبريل: يا محمد، لو رأيتنى وقد أخذت حالا من حال البحر، فدسيته فى فيه، مخافة أن تناله الرحمة "(مسند احمد، رقم الحديث ٢٨٢٠)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده ضعيف، على بن زيد- وهو ابن جدعان- ضعيف، ويوسف بن مهران لم يرو عنه غير على بن زيد، وهو لين الحديث، والأصح وقفه.

وأخرجه عبد بن حميد (664)، والترمذى (3107)، والطبرى 11/163، والطبرانى (12932)من طريق حجاج بن المنهال، عن حماد، بهذا الإسناد، وقال الترمذى:حديث حسن .وانظر (2203)(حاشية مسند احمد)

حدثنا عبد بن حميد قال: حدثنا الحجاج بن منهال قال: حدثنا حماد بن سلمة، عن على بن زيد، عن يوسف بن مهران، عن ابن عباس، أن النبى صلى الله عليه وسلم قال: " لما أغرق الله فرعون قال:"آمنت أنه لا إله إلا الذى آمنت به بنو إسرائيل" "فقال جبريل: يا محمد فلو رأيتنى وأنا آخذ من حال البحر فأدسه فى فيه مخافة أن تدركه الرحمة: هذا حديث حسنُ(سنن الترمذى، رقم الحديث ٣١٠٧)

حدثنا محمد بن عبد الأعلى الصنعانى قال: حدثنا خالد بن الحارث قال: أخبرنا شعبة قال: أخبرنى عدى بن ثابت، وعطاء بن السائب، عن سعيد بن جبير، عن ابن عباس، ذكر أحدهما، عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه ذكر "أن جبريل جعل يدس فى فى فرعون الطين خشية أن يقول: لا إله إلا الله، فيرحمه الله ، أو خشية أن يرحمه الله :"هذا حديث حسن صحيح غريب من هذا الوجه(سنن الترمذى، رقم الحديث ٣١٠٨)

۲؎ والحاصل أنه إنما فعل ذلك غضبا لله وعلما منه أنه لا ينفعه الإيمان لا أنه كره إيمانه لأن كراهة الإيمان من الكافر كفر، لكن قال أبو منصور الماتريدى فى التأويلات: الرضا بالكفر ليس بكفر مطلقا إنما يكون كذلك إذا رضى بكفر نفسه لا بكفر غيره، ويؤيده قصة ابن أبى سرح المروية فى سنن أبى داود والنسائى لما جاء يوم الفتح بين يدى النبى -صلى الله عليه وسلم- وطلب المبايعة ثلاث مرات وكل ذلك يأبى ثم بايعه ثم أقبل على أصحابه فقال: أما كان فيكم رجل رشيد يقوم إلى هذا حين رآنى كففت عن بيعته فيقتله الحديث.

وقيل إنما قصد فرعون بقوله الخلاص أو لأنه كان لمجرد التعليق كما قال: آمنت به بنو إسرائيل فكأنه قال لا أعرفه فكيف يزول كفره بهذا التقليد، وقد روى أن جبريل استفتاه ما قولك فى عبد لرجل نشأ فى ماله ونعمته وجحد حقه وادعى السيادة دونه، فكتب يقول الوليد بن مصعب جزاء العبد الخارج على سيده

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اوراگراس پرکوئی یہ اشکال کرے کہ حضرت جبریل نے کیوں اس کو اسلام سے روکا،حالانکہ اسلام سے روکنا جائزنہیں،تواس کا علماء نے یہ جواب دیا کہ حضرت جبریل کو یہ بات معلوم تھی کہ عذاب دیکھنے کے بعدتوبہ قبول نہیں ہوتی۔

تو گویا کہ جبریل نے اسلام سے نہیں روکا، بلکہ صورتِ اسلام سے روکا، اورصورتِ اسلام پر گو آخرت کی رحمت،مرتب نہیں ہوتی،لیکن دنیا کی رحمت متوجہ ہوسکتی ہے،جیسے منافقین صورتِ اسلام کی وجہ سے قتل وقید سے محفوظ رہے،اسی طرح احتمال تھا کہ وہ بھی غرق واہلاک سے بچ جاتا(اشرف التفاسیر للتھانوی)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الكافر نعماه أن يغرق فى البحر فلما ألجمه الغرق ناوله جبريل خطه فعرفه، وسقط لأبى ذر ”فأتبعهم“الخ وقال إلى قوله:”وأنا من المسلمين“(ارشاد السارى لشرح صحيح البخارى، ج٧ص١٦٦، كتاب التفسير، سورة يونس، باب :وجاوزنا ببنى إسرائيل البحر فأتبعهم فرعون وجنوده بغيا وعدوا الخ)

(قال) لى (جبريل لو رأيتنى) يا محمد حين قال فرعون عند إدراكه الغرق ”آمنت أنه لا إله إلا الذى آمنت به بنو إسرائيل وأنا من المسلمين“(وأنا آخذ من حال البحر) أى طينه الأسود المنتن (فأدسه فى فى فرعون) عندما أدركه الغرق (مخافة أن تدركه الرحمة) أى رحمة الله التى وسعت كل شىء.

وجواب لو محذوف أى لرأيت أمرا عجيبا يبهت الواصف عن كنهه فإنى لما شاهدت تلك الحالة بهت غضبا على عدو الله لادعائه تلك العظمة .

والحاصل أنه إنما فعل ذلك غضبا لله لا أنه كره إيمانه لأن كراهة إيمان الكافر على ما قالوا كفر قال الماتريدى: إنما يكون الرضى بالكفر كفرا إذا رضى بكفر نفسه لا بكفر غيره وقد ذكر الزمخشرى هذا بوزن قوله مخافة إلخ وقال دسه فى فيه للغضب لله على الكافر فى وقت قد علم أن إيمانه لا ينفعه قال وأما ما يضم إليه من قولهم مخافة أن تدركه الرحمة فمن زيادات المباهتين لله ولملائكته لأن الإيمان يصح بالقلب فحال البحر لا يمنعه أى عند الحنفية وقد يجاب بأن جبريل عليه السلام أراد شغل قلبه لا لسانه(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ٢٠٧٢)

قلت: يريد أنه لا يقبل الإيمان من الكافر عند معاينة الهلاك كما قال تعالى:”فلما رأوا بأسنا قالوا آمنا بالله وحده“ إلى قوله:”فلم يك ينفعهم إيمانهم لما رأوا بأسنا“فكذلك إيمان فرعون كان عند رؤيته بأس الله فلم يقبل منه ثم قال أعنى صاحب الإتحاف: وكذلك لم يتضمن الحديث إرادة بقاء فرعون على الكفر لأنه قد آمن فلم يبق فى وسعه غير ما فعل، فإن أراد الزمخشرى على خلاف الإيمان فليس بلازم لأنه قد آمن، وإن أراد بقاء حكم الكفر لعدم قبول الإيمان فإن الله تعالى قد أراد استمرار حكم الكفر على الكافرين أبد الآبدين منذ منعهم التوبة حين رؤية العباس أو طلوع الشمس وإنما خشى جبريل – عليه السلام – أن يرحم الله تضرعه لأن الرحمة والحكمة يسعان ذلك انتهى(التنوير شرح الجامع الصغير للصنعانى، ج٨ص ٣٥، ٣٦، تحت رقم الحديث ٢٠٥٣)

دس محرم کے دن حضرت موسیٰ وبنی اسرائیل کی نجات

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ المَدِينَةَ فَرَأَى اليَهُودَ تَصُومُ يَوْمَ عَاشُورَاءَ، فَقَالَ: مَا هَذَا؟، قَالُوا: هَذَا يَوْمٌ صَالِحٌ هَذَا يَوْمٌ نَجَّى اللَّهُ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ عَدُوِّهِمْ، فَصَامَهُ مُوسَى، قَالَ: فَأَنَا أَحَقُّ بِمُوسَى مِنْكُمْ، فَصَامَهُ، وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ(صحيح البخارى، رقم الحديث ۲۰۰۴)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے ،تو یہودی عاشوراء (یعنی دس محرم) کے دن کا روزہ رکھتے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کیا ہے؟انہوں نے کہا کہ یہ ایک صالح دن ہے،اس دن اللہ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات دلائی تھی،تو موسیٰ علیہ السلام نے اس دن کا روزہ رکھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر میں تم سے زیادہ موسیٰ علیہ السلام پر حق رکھنے والا ہوں، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس (دن) کا روزہ رکھا،اوراس کا روزہ رکھنے کا حکم دیا(بخاری)

اورایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ المَدِينَةَ وَاليَهُودُ تَصُومُ عَاشُورَاءَ، فَقَالُوا: هَذَا يَوْمٌ ظَهَرَ فِيهِ مُوسَى عَلَى فِرْعَوْنَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ: أَنْتُمْ أَحَقُّ بِمُوسَى مِنْهُمْ فَصُومُوا(صحيح البخارى، رقم الحديث ۴۶۸۰)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے ،تو یہودی عاشوراء (یعنی دس محرم) کے دن کا روزہ رکھتے تھے،تو یہود نے کہا کہ اس دن موسیٰ علیہ السلام،فرعون پر غالب آئے تھے،تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے فرمایا کہ تم ان (یہود) سے زیادہ موسیٰ علیہ السلام پر حق رکھتے ہو،پس روزہ رکھو(بخاری)

طب وصحت　　　حکیم مفتی محمد ناصر

چاول

گزشتہ قسط میں چاولوں کے بارے میں بعض غیر مستند روایات کا ذکر ہوا تھا، جن کی محدثین اور اہلِ علم حضرات نے نشاندہی کی ہے۔اب ذیل میں چاولوں کے حوالہ سے طبی معلومات ذکر کی جاتی ہیں۔

پاکستان میں گیہوں کے بعد چاول کا استعمال زیادہ ہوتا ہے، بعض علاقوں میں صبح یا شام کو چاول ضرور کھائے جاتے ہیں، تہواروں اور شادی بیاہ کے موقعے پر چاولوں سے مختلف قسم کے پکوان مثلاً پلاؤ، بریانی وغیرہ پکوانے کا عام رواج ہے۔

ماہر اطباء کا کہنا ہے کہ نئے چاولوں کے مقابلہ میں پرانے چاول طبی اعتبار سے اچھے ہوتے ہیں۔

اطباء نے چاولوں کا اصلی مزاج سرد تر بیان کیا ہے، مگر موجودہ دور میں چاولوں کو مختلف پکوانوں کی شکل میں کھایا جا رہا ہے، اور ظاہر ہے کہ پکوان میں جو اجزاء بھی شامل کیے جائیں گے، تو اس پکوان کا مزاج بھی اُن اجزاء کے مطابق ہوگا۔

طبی اُصولوں کے مطابق چاولوں کا اپنا اصل مزاج کیونکہ سرد تر ہے، اس لیے چاولوں کا اصل مزاج حاصل کرنے کے لیے چاولوں کو دوسری ہم مزاج مقوِّی چیزوں، مثلاً دودھ، شکر، گھی، دہی وغیرہ میں ملا کر کھانا چاہیے، اگر دودھ چاول کھائے جائیں، تو یہ ایک لطیف غذا بن جاتی ہے، اور دودھ چاول کو ہر طرح کا معدہ آسانی سے ہضم کر لیتا ہے۔

نیز بعض لوگ جب چاول پکاتے ہیں، تو عموماً اس کی پیچھ کو نکال کر پھینک دیتے ہیں، اس طرح چاولوں کے بہت سے مفید غذائی اجزاء پیچھ کے ساتھ ضائع ہو جاتے ہیں، اس لیے چاولوں کو دَم پُخت کر کے پکانا ہی مناسب ہے، اور اسہال (یعنی پیچس) کے مرض میں چاولوں کی پیچھ نکال کر پلانا فائدہ مند ہوتا ہے۔

چاولوں کا اپنا مزاج سرد تر ہونے کی وجہ سے جگر کے گرم امراض والوں کے لئے بھی چاولوں کا استعمال طبی اُصولوں کے لحاظ سے فائدہ مند ہے۔

چاول اگر دہی ڈال کر کھائے جائیں، تو آنتوں کی سوزش اُتارتے ہیں، لہٰذا جو مریض کھانا کھاتے ہی حاجت محسوس کرتے ہیں، ان کے لئے چاولوں کو دہی کے ساتھ کھانا مفید ہے۔

اُبلے ہوئے چاول بھی اپنی لطافت کی وجہ سے ڈیڑھ دو گھنٹے میں ہضم ہو جاتے ہیں، اس لیے اطباء مریضوں کو اُبلے ہوئے چاول تجویز کرتے ہیں۔

چاولوں کو گوشت کے ساتھ پکا کر کھانے کا بھی رواج ہے، اور یہ بھی چاول کھانے کا بہتر طریقہ ہے، کیونکہ اس طرح گوشت کی گرمی چاولوں کی سردی کو کم کر دیتی ہے، اور چاولوں کا ضرر بھی کم ہو جاتا ہے۔ موجودہ دور میں چاولوں کا استعمال غیر معتدل طریقہ پر زیادہ ہو رہا ہے، یہاں تک کہ بعض علاقوں اور گھرانوں میں صبح یا شام کو چاول ضرور کھائے جاتے ہیں، اس کثرت سے چاولوں کا استعمال بھی نقصان دہ ہے، چنانچہ جدید تحقیقات کے مطابق چاولوں میں فائبر بہت کم مقدار میں پایا جاتا ہے، اور چاولوں کے زیادہ استعمال سے شوگر لیول ہائی اور موٹاپے کے خدشات بڑھ رہے ہیں۔ طب کا قانون ہے کہ کثرت کسی بھی چیز کی بُری ہوتی ہے، اس لیے زیادہ سے زیادہ ہفتے میں دو دن چاول کھانا کافی ہیں، چاولوں کو کثرت سے کھانا مختلف امراض کا پیش خیمہ ہے۔

اخبارِ ادارہ — مفتی محمد ناصر

ادارہ کے شب وروز

□......14/ 21/ 28/ ذوالقعدۃ، 5/ ذی الحجہ 1442ھ، بروز جمعہ متعلقہ مساجد میں وعظ ومسائل کے سلسلے حسبِ معمول ہوئے۔

□...... 9/ 16/ 23/ 30/ ذوالقعدۃ، 1442ھ، بروز اتوار مدیر صاحب کی اصلاحی مجالس صبح تقریباً ساڑھے دس بجے ادارہ غفران میں منعقد ہوتی رہیں۔

□......رواں سال ادارہ غفران میں ضروریاتِ دین کورس کے حوالہ سے ایک نصاب جاری ہے، جو تین، تین ماہ کے تین مراحل پر مشتمل ہے، اور ہفتہ میں دودن بروز ہفتہ اور اتوار صبح نو تا بارہ بجے کے دوران تین گھنٹے تعلیم کے اوقات ہیں، اس کورس میں تفسیر، حدیث اور فقہ وعربی کے حوالہ سے طلبہ کے لئے تعلیم کا انتظام کیا گیا ہے، یہ نصاب بحمد اللہ جاری ہے، اور اس کا پہلا مرحلہ مکمل ہو چکا ہے، جس میں مورخہ 17/ شوال کو امتحانات شروع ہو کر مورخہ 25/ ذیقعدہ کو مکمل ہوئے۔

□...... 17/ ذیقعدہ بروز پیر مدیر صاحب نے جناب خالد صاحب (کوہاٹی بازار) کے ایک عزیز کا نکاحِ مسنون پڑھایا۔

□......مسجدِ غفران میں عیدالاضحیٰ 1442ھ کی نماز، صبح 5:30 پر ادا کی گئی، تاکہ عیدالاضحیٰ کی نماز کے بعد جلد از جلد اجتماعی قربانیوں کا عمل شروع ہو سکے، مسجد بلال (صادق آباد) میں ساڑھے چھ بجے اور مسجد نسیم میں 5:30 پر عیدُ الاضحیٰ کی نماز ادا کی گئی۔

گزشتہ سالوں کی طرح امسال ادارہ کی طرف سے اجتماعی قربانیوں کا انتظام تھا، چنانچہ اجتماعی قربانیوں کے مکمل ذبیحے کا عمل رواتِ، میں جاوا روڈ کے قریب ایک مقام پر ہوا، پہلے دن عصر تک 103 جانور ذبح ہوئے، جبکہ دوسرے دن عصر تک مزید 73 جانور ذبح ہوئے، اپنے اپنے حصہ کے مطابق گوشت لے جاتے رہے۔

مجموعی طور پر 176 بڑے جانور اور 15 بکرے ذبح ہوئے۔

افرادِ عملہ اجتماعی قربانیوں کی خدمات سے فراغت پر عید کے تیسرے دن صبح رخصت پر تشریف لے گئے۔

اخبارِ عالم — مولانا غلام بلال

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم و مفید حالات و واقعات، حادثات و تغیرات

21/ جون/ 2021ء/10/ ذیقعدہ/1442ھ: پاکستان: روپے کے استحکام، پالیسی ریٹ میں کمی کے باوجود مہنگائی برقرار، ایک ہفتے میں آٹے کا تھیلا 27روپے تک مہنگا 22/ جون: پاکستان: مشترکہ مفادات کونسل، 10سال کے لیے قومی بجلی پالیسی منظور 23/ جون: پاکستان: ماہانہ 50ہزار سے زاید تنخواہ لینے والوں پر ٹیکس عاید، تنخواہ دار طبقے کے لیے نئے مالی سال کے لیے سیلری ٹیکس ریٹ جاری 25/ جون: پاکستان: اسلام آباد ہائیکورٹ، العزیزیہ، ایون فیلڈ ریفرنسز، سابق وزیرِ اعظم میاں نواز شریف کی اپیلیں خارج، سزا برقرار، سابق وفاقی خواجہ آصف کو رہا کر دیا گیا۔ 26/ جون: پاکستان: حکومت کا اشیائے خوردنوش، میڈیکل آلات پر ٹیکس ختم کرنے کا اعلان 27/ جون: پاکستان: فٹیف کا 7 نکاتی نیا ایکشن پلان، پاکستان میں گرے لسٹ میں برقرار 28/ جون: پاکستان: رواں ماہ پیٹرولیم مصنوعات سیلز ٹیکس کی شرح میں دوبارہ کمی 29/ جون: پاکستان: کورونا پابندیاں مزید نرم، کاروباری اوقات مکمل بحال، گرمیوں کی چھٹیوں کی اجازت، ریسٹورنٹس میں کھانے، شادی تقریبات پر پابندی ختم 30/ جون: پاکستان: قومی اسمبلی سے بجٹ بآسانی منظور، اپوزیشن مزاحمت میں ناکام یکم/ جولائی: پاکستان: صدر وفاق المدارس ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر انتقال کر گئے، وفات ایک بڑا سانحہ ہے، دینی و سیاسی رہنما 2/ جولائی: پاکستان: حج کی تیاریاں، غلافِ کعبہ کو تین میٹر اوپر اٹھا دیا گیا 3/ جولائی: پاکستان: وزیرِ اعظم نے اوورسیز پاکستانیوں کو اثاثہ قرار دے دیا، مزید مراعات دینے کا اعلان 4/ جولائی: پاکستان: بیرون ممالک پھنسے 6ہزار پاکستانیوں کی وطن واپسی کا منصوبہ تیار، پی آئی نے عرب امارات، قطر اور بحرین کے لیے پروازوں میں اضافہ کر دیا 5/ جولائی: پاکستان: کورونا، اندرون شہر مویشی منڈیوں پر پابندی، ایس او پیز لازم 6/ جولائی: پاکستان: سپریم کورٹ، پنجاب لوکل گورنمنٹ ایکٹ کالعدم قرار 7/ جولائی: پاکستان: چین سے کورونا ویکسین کی مزید 20لاکھ خوراکیں پاکستان پہنچ گئیں 8/ جولائی: پاکستان: پاکستان میں پیٹرولیم مصنوعات مزید مہنگی ہونے کا خدشہ، عالمی منڈی میں خام تیل کی قیمت 77ڈالر فی بیرل تک پہنچ گئی 9/ جولائی: پاکستان: سوات و گردونواح میں 5.3شدت کا شدید زلزلہ، لوگ گھروں سے باہر نکل آئے 10/ جولائی: پاکستان: بغیر ویکسی نیشن فضائی سفر پر پابندی، سندھ میں بس مسافروں کے لیے بھی

سٹرفکیٹ لازم ✍ 11 / جولائی: پاکستان: پنجاب میں مون سون بارشیں شروع، نالہ لئی میں طغیانی کا خدشہ، رین الرٹ جاری ✍ 12 / جولائی: پاکستان: کراچی سے لاہور تک گیس پائپ لائن پر کام تیز کرنے کا فیصلہ ✍ 13 / جولائی: پاکستان: نیپرا نے بجلی کی قیمت میں 26 پیسے فی یونٹ کمی کی منظوری دے دی، اطلاق جولائی کے بلوں پر ہوگا ✍ 15 / جولائی: پاکستان: سابق صدر ممنون حسین علالت کے باعث انتقال کر گئے ✍ 16 / جولائی: پاکستان: عید سے قبل پیٹرولیم مصنوعات، ایل پی جی مہنگی، پیٹرول 5.40، ڈیزل 2.54 مٹی کا تیل 1.39، لائٹ ڈیزل 1.27 روپے مہنگا کر دیا گیا، سیاسی جماعتوں کا شدید ردعمل ✍ 17 / جولائی: پاکستان: یوٹیلیٹی سٹورز پر آٹا تھیلا 150، چینی 17، اور گھی 90 روپے کلو مہنگے، ای سی سی نے منظوری دے دی ✍ 18 / جولائی: پاکستان: پنجاب میں گریڈ 17 اور اس سے اوپر، تمام قسم کے تقرر اور تبادلوں پر 3 ماہ کے لیے پابندی ✍ 19 / جولائی: پاکستان: لاہور میں ’’ڈیلٹا وائرس‘‘ تیزی سے پھیلنے لگا، نئے کیسز 68 فیصد رپورٹ ✍ 20 / جولائی: پاکستان: ڈی جی خان، بس اور ٹرالر میں خوفناک تصادم، 34 مسافر جاں بحق، 41 زخمی۔

ترتیب وپیشکش مولانا طارق محمود

ماہنامہ ''التبلیغ'' جلد نمبر 18 (1442ھ) کی اجمالی فہرست

﴿آئینۂ احوال﴾

عنوان	ترتیب/تحریر	شمارہ وصفحہ نمبر
امتِ مسلمہ کے اجتماعی اوراہم امور سے غفلت	مفتی محمد رضوان	شمارہ 1 ص 3
سوشل میڈیا نے کسر پوری کردی	// //	شمارہ 2 ص 3
وطنِ عزیز پر راہزنوں کا تسلط	// //	شمارہ 3 ص 3
''کورونا'' چند تحفظات وخدشات	// //	شمارہ 4 ص 3
وطنِ عزیز میں بے چینی کی کیفیت	// //	شمارہ 5 ص 3
وطنِ عزیز کی سیاست	// //	شمارہ 6 ص 3
پرینک ''Prank'' کی وباء	// //	شمارہ 7 ص 3
میڈیا کا جادُو	// //	شمارہ 8 ص 3
حسنِ ظاہر کا دھوکہ	// //	شمارہ 9 ص 3
ابوریحان البیرونی کی ضلع جہلم میں زمین کی پیائش	// //	شمارہ 10 ص 3
نااہل حکمرانوں کے لیے وبال	// //	شمارہ 11 ص 3
قناعت اور حرص کے اثرات	// //	شمارہ 12 ص 3

﴿درسِ قرآن﴾

عنوان	ترتیب/تحریر	شمارہ وصفحہ نمبر
اسلام کے بعد کوئی دوسرا ''دین'' معتبر نہیں (سورہ آلِ عمران: قسط 6)	مفتی محمد رضوان	شمارہ 1 ص 5
مشرکین ومنکرینِ اہلِ کتاب کی تردید اور وبال (سورہ آلِ عمران: قسط 7)	// //	شمارہ 2 ص 5

یہود کا باطل دعویٰ، اور اللہ کی حاکمیتِ اعلیٰ کا ذکر(سورہ آلِ عمران:قسط8)	مفتی محمد رضوان	شمارہ3ص5
غیر مسلموں سے ولایت ومحبت کی ممانعت(سورہ آلِ عمران:قسط9)	// //	شمارہ4ص6
بروزِ قیامت،نفس کا ہر عملِ خیروشرکو پانا(سورہ آلِ عمران:قسط10)	// //	شمارہ5ص6
اللہ سے محبت کی دلیل نبی کی اتباع واطاعت ہے(سورہ آلِ عمران:قسط11)	// //	شمارہ6ص5
مریم بنتِ عمران کی ولادت اوراُن کی کفالت(سورہ آلِ عمران:قسط12)	// //	شمارہ7ص9
زکریا علیہ السلام کی دعاء اور یحییٰ علیہ السلام کی ولادت(سورہ آلِ عمران:قسط13)	// //	شمارہ8ص5
مریم کی فضیلت اوران کے بیٹے کی ولادت وصفات(سورہ آلِ عمران:قسط14)	// //	شمارہ9ص7
حوارییِن عیسیٰ،ورفعِ عیسیٰ(سورہ آلِ عمران:قسط15)	// //	شمارہ10ص5
اللہ کی طرف سے''مباہلہ'' کی دعوت(سورہ آلِ عمران:قسط16)	// //	شمارہ11ص6
ابراہیم علیہ السلام کے یہودی ونصرانی ہونے کی نفی(سورہ آلِ عمران:قسط17)	// //	شمارہ12ص5

درسِ حدیث

عنوان	ترتیب/تحریر	شمارہ وصفحہ نمبر
مومن کے لئے موت،فتنہ سے بہتر ہے	مفتی محمد رضوان	شمارہ1ص17
مومن وصالح کے لیے موت،دنیا کی زندگی سے بہتر	// //	شمارہ2ص18
کسی مسلم کو کافر قرار دینے کا وبال	// //	شمارہ3ص17
''حسنِ ظن'' کی اہمیت	// //	شمارہ4ص12
امتِ محمدیہ میں 73فرقوں کی احادیث	// //	شمارہ5ص14
''معراج'' سے متعلق انس رضی اللہ عنہ کی احادیث(قسط1)	// //	شمارہ6ص18

”معراج“ سے متعلق انس رضی اللہ عنہ کی احادیث (قسط2)	مفتی محمد رضوان	شمارہ7ص17
”معراج“ سے متعلق انس رضی اللہ عنہ کی احادیث (قسط3)	// //	شمارہ8ص16
”معراج“ سے متعلق انس رضی اللہ عنہ کی احادیث (چوتھی وآخری قسط)	// //	شمارہ9ص21
موجودہ زمانہ میں خلوت کے چند خطرناک گناہ (قسط1)	// //	شمارہ10ص23
موجودہ زمانہ میں خلوت کے چند خطرناک گناہ (دوسری وآخری قسط)	// //	شمارہ11ص16
موذی جانوروں کو قتل کرنے کا حکم	// //	شمارہ12ص15

﴿مقالات ومضامین﴾

عنوان	ترتیب/تحریر	شمارہ وصفحہ نمبر
افادات وملفوظات	مفتی محمد رضوان	شمارہ1ص22
”رجوع الی اللہ“ (حصہ سوم)	مولانا شعیب احمد	شمارہ1ص37
افادات وملفوظات	مفتی محمد رضوان	شمارہ2ص23
درود کی کثرت	مفتی محمد رضوان	شمارہ2ص34
افادات وملفوظات	مفتی محمد رضوان	شمارہ3ص21
حاصل پر راضی رہیے	مولانا شعیب احمد	شمارہ3ص33
افادات وملفوظات	مفتی محمد رضوان	شمارہ4ص18
جنسی جرائم کی روک تھام، مگر کیسے؟	مولانا شعیب احمد	شمارہ4ص29
افادات وملفوظات	مفتی محمد رضوان	شمارہ5ص26
خلافِ منشا امور پیش آنے پر اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم	مولانا شعیب احمد	شمارہ5ص30
افادات وملفوظات	مفتی محمد رضوان	شمارہ6ص31
مخلوقات میں اللہ کی طاقت وقدرت کے نشاں	مولانا شعیب احمد	شمارہ6ص37
افادات وملفوظات	مفتی محمد رضوان	شمارہ7ص22
قرآن مجید کے پانچ حقوق	مولانا شعیب احمد	شمارہ7ص26

افادات وملفوظات	مفتی محمد رضوان	شمارہ8ص26
رسولِ خدا کے اندازِ تربیت کا ایک پہلو	مولانا شعیب احمد	شمارہ8ص29
افادات وملفوظات	مفتی محمد رضوان	شمارہ9ص28
اس رمضان میں ایک کام یہ بھی کیجیے	مولانا شعیب احمد	شمارہ9ص31
افادات وملفوظات	مفتی محمد رضوان	شمارہ10ص27
ہر تعریف خدا کے لیے	مولانا شعیب احمد	شمارہ10ص29
افادات وملفوظات	مفتی محمد رضوان	شمارہ11ص24
شکریہ ادا کرنے کی عادت ڈالیے	مولانا شعیب احمد	شمارہ11ص32
افادات وملفوظات	مفتی محمد رضوان	شمارہ12ص20
نیکی کے متعلق اسلام کے تین بنیادی مطالبات (قسط:1)	مولانا شعیب احمد	شمارہ12ص24

تاریخی معلومات

عنوان	ترتیب/تحریر	شمارہ وصفحہ نمبر
ماہِ جمادی الاخریٰ: نویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات	مولانا طارق محمود	شمارہ1ص43
ماہِ رجب: نویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات	// //	شمارہ2ص39
ماہِ شعبان: دسویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات	// //	شمارہ3ص38
ماہِ رمضان: دسویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات	// //	شمارہ4ص34
ماہِ شوال: دسویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات	// //	شمارہ5ص34
ماہِ ذوالقعدۃ: دسویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات	// //	شمارہ6ص42
ماہِ ذوالحجہ: دسویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات	// //	شمارہ7ص33
ماہِ محرم: دسویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات	// //	شمارہ8ص33
ماہِ صفر: دسویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات	// //	شمارہ9ص35
ماہِ ربیع الاول: دسویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات	// //	شمارہ10ص31

ماہِ ربیع الآخر: دسویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات	مولانا طارق محمود	شمارہ11ص35
ماہِ جمادی الاولیٰ: دسویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات	// //	شمارہ12ص28

علم کے مینار

عنوان	ترتیب/تحریر	شمارہ وصفحہ نمبر
تدوینِ حدیث وفقہ کے ابتدائی مراحل (حصہ پنجم)	مفتی غلام بلال	شمارہ1ص45
فقہی مسالک کی تدوین وترویج (حصہ اوّل)	// //	شمارہ2ص41
فقہی مسالک کی تدوین وترویج (حصہ دوم)	// //	شمارہ3ص40
فقہی مسالک کی تدوین وترویج (حصہ سوم)	// //	شمارہ4ص36
دنیائے اسلام میں فقہی مذاہب کا شیوع (حصہ اول)	// //	شمارہ5ص36
دنیائے اسلام میں فقہی مذاہب کا شیوع (حصہ دوم)	// //	شمارہ6ص44
امت کے علماء وفقہاء (قسط1)	// //	شمارہ7ص35
امت کے علماء وفقہاء (قسط2)	// //	شمارہ8ص35
امت کے علماء وفقہاء (قسط3)	// //	شمارہ9ص37
امت کے علماء وفقہاء (قسط4)	// //	شمارہ10ص33
امت کے علماء وفقہاء (قسط5)	// //	شمارہ11ص37
امت کے علماء وفقہاء (قسط6)	// //	شمارہ12ص30

تذکرۂ اولیاء

عنوان	ترتیب/تحریر	شمارہ وصفحہ نمبر
عمر رضی اللہ عنہ کی کسریٰ کی طرف اسلامی لشکر کی روانگی	مفتی محمد ناصر	شمارہ1ص50
خلافت کے بعد عمر رضی اللہ عنہ کا ایک خطاب	// //	شمارہ2ص47
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر رضی اللہ عنہ کو نصیحت	// //	شمارہ3ص45
جمعِ قرآن کے لئے عمر رضی اللہ عنہ کی رائے	// //	شمارہ4ص41

عمر رضی اللہ عنہ کے بعض فرامین	مفتی محمد ناصر	شمارہ5ص40
عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک مساجد کا احترام	// //	شمارہ6ص49
عمر رضی اللہ عنہ کا نظامِ حکومت	مولانا محمد ریحان	شمارہ7ص39
عمر رضی اللہ عنہ کا نظامِ حکومت	// //	شمارہ8ص41
عمر رضی اللہ عنہ کا نظامِ حکومت	// //	شمارہ9ص42
عمر رضی اللہ عنہ کا نظامِ حکومت	// //	شمارہ10ص38
عمر رضی اللہ عنہ کا نظامِ حکومت	// //	شمارہ11ص41
عمر رضی اللہ عنہ کا عوام سے سلوک (دوسرا حصہ)	// //	شمارہ12ص33

پیارے بچو!

عنوان	ترتیب/تحریر	شمارہ وصفحہ نمبر
عربی اور انگلش کی لڑائی	مولانا محمد ریحان	شمارہ1ص53
ڈائناسار کی ڈرائنگ	// //	شمارہ2ص51
فٹ بال اور بچوں کی لڑائی	// //	شمارہ3ص47
کلاس میں ایک دن	// //	شمارہ4ص44
سچا دوست کون؟	// //	شمارہ5ص43
بھائی کی غلطی	// //	شمارہ6ص52
پارک میں دو کھیلتے بچے	// //	شمارہ7ص45
جنگی جہاز اور قلعے کا نمونہ	// //	شمارہ8ص46
آج کا بچہ	// //	شمارہ9ص47
حمزہ کی پڑھائی	// //	شمارہ10ص41
فٹ بال کا کھیل	// //	شمارہ11ص44
وہڑے کی خریداری	// //	شمارہ12ص38

﴿بزمِ خواتین﴾

عنوان	ترتیب/تحریر	شمارہ وصفحہ نمبر
خلع لینے میں خواتین کے اختیارات (پانچواں حصہ)	مفتی طلحہ مدثر	شمارہ1 ص55
خلع لینے میں خواتین کے اختیارات (چھٹا حصہ)	// //	شمارہ2 ص54
بے پردگی قدامت پرستی ہے	// //	شمارہ3 ص49
عدالتی تفریق میں خواتین کے اختیارات (پہلا حصہ)	// //	شمارہ4 ص46
عدالتی تفریق میں خواتین کے اختیارات (دوسرا حصہ)	// //	شمارہ5 ص45
عدالتی تفریق میں خواتین کے اختیارات (تیسرا حصہ)	// //	شمارہ6 ص54
عدالتی تفریق میں خواتین کے اختیارات (چوتھا حصہ)	// //	شمارہ7 ص47
عدالتی تفریق میں خواتین کے اختیارات (پانچواں حصہ)	// //	شمارہ8 ص48
عدالتی تفریق میں خواتین کے اختیارات (چھٹا حصہ)	// //	شمارہ9 ص49
عدالتی تفریق میں خواتین کے اختیارات (ساتواں حصہ)	// //	شمارہ10 ص43
رضاعت میں خواتین کے اختیارات	// //	شمارہ11 ص46
حضانت (پَرورش) میں خواتین کے اختیارات (پہلا حصہ)	// //	شمارہ12 ص40

﴿آپ کے دینی مسائل کا حل﴾

عنوان	ترتیب/تحریر	شمارہ وصفحہ نمبر
شبلی اور فراہی (پانچویں وآخری قسط)	ادارہ	شمارہ1 ص62
تکفیرِ شیعہ کا حکم	// //	شمارہ2 ص61
ناقابلِ انتفاع مقدس اوراق کو جلانے کا حکم (قسط1)	// //	شمارہ3 ص55
ناقابلِ انتفاع مقدس اوراق کو جلانے کا حکم (دوسری وآخری قسط)	// //	شمارہ4 ص53
”لزومِ کفر“ اور ”التزامِ کفر“ میں فرق	// //	شمارہ5 ص52

''مجہول'' صحابی کی روایت کا حکم	ادارہ	شمارہ 6 ص 63
''عمل بالحدیث'' کا حکم (قسط 1)	// //	شمارہ 7 ص 56
''عمل بالحدیث'' کا حکم (قسط 2)	// //	شمارہ 8 ص 55
''عمل بالحدیث'' کا حکم (قسط 3)	// //	شمارہ 9 ص 56
''عمل بالحدیث'' کا حکم (قسط 4)	// //	شمارہ 10 ص 49
''عمل بالحدیث'' کا حکم (قسط 5)	// //	شمارہ 11 ص 54
''عمل بالحدیث'' کا حکم (قسط 6)	// //	شمارہ 12 ص 47

کیا آپ جانتے ہیں؟

عنوان	ترتیب/تحریر	شمارہ وصفحہ نمبر
علاقوں اور زمانوں کے حالات مختلف ہوسکتے ہیں	مفتی محمد رضوان	شمارہ 1 ص 76
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو جانشین کیوں بنایا؟	// //	شمارہ 2 ص 79
سورہ اعراف کی ایک آیت کی تفسیر سے متعلق جواب	// //	شمارہ 3 ص 77
''مجالسِ ذکر'' سے متعلق ایک خط کا جواب	// //	شمارہ 4 ص 74
''اسلامی نظریاتی کونسل'' کا ''پیغامِ پاکستان'' کی روشنی میں ضابطۂ اخلاق	// //	شمارہ 5 ص 81
اللہ کے لیے محبت اور روافض کا اہلِ بیت کے متعلق غلو	// //	شمارہ 6 ص 72
فراست وبصیرت	// //	شمارہ 7 ص 70
''سنت'' میں اعتدال، اور ''بدعت'' میں اجتہاد	// //	شمارہ 8 ص 71
مکھی، مچھر وغیرہ کو برقی آلہ سے مارنے کا حکم	// //	شمارہ 9 ص 70
اجتہادی وفقہی امور میں ''یُسر وتوسع'' کی اہمیت	// //	شمارہ 10 ص 70
عیدُ الفطر 1442ھ کے چاند پر اختلاف کا قضیہ	// //	شمارہ 11 ص 74
صحیح مسلم کے راوی ''فضیل بن مرزوق'' پر کلام	// //	شمارہ 12 ص 58

﴿عبرت کدہ﴾

عنوان	ترتیب/تحریر	شمارہ وصفحہ نمبر
فرعون کی دھمکیاں اور ''رجلِ مومن'' کی دعوت (حصہ ہفتم)	مولانا طارق محمود	شمارہ 1 ص 83
فرعون کی دھمکیاں اور ''رجلِ مومن'' کی دعوت (حصہ ہشتم)	// //	شمارہ 2 ص 83
فرعون کی دھمکیاں اور ''رجلِ مومن'' کی دعوت (حصہ نہم)	// //	شمارہ 3 ص 84
فرعون کی دھمکیاں اور ''رجلِ مومن'' کی دعوت (آخری حصہ دہم)	// //	شمارہ 4 ص 80
''رجلِ مومن'' کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفاظت	// //	شمارہ 5 ص 85
فرعون کے موسیٰ علیہ السلام پر مزید اعتراضات	// //	شمارہ 6 ص 80
قومِ فرعون پر آنے والے مختلف عذاب (حصہ اول)	// //	شمارہ 7 ص 79
قومِ فرعون پر آنے والے مختلف عذاب (حصہ دوم)	// //	شمارہ 8 ص 77
قومِ فرعون پر آنے والے مختلف عذاب (حصہ سوم)	// //	شمارہ 9 ص 81
قومِ فرعون پر آنے والے مختلف عذاب (حصہ چہارم)	// //	شمارہ 10 ص 79
قومِ فرعون پر آنے والے مختلف عذاب (حصہ پنجم)	// //	شمارہ 11 ص 82
قومِ فرعون پر آنے والے مختلف عذاب (آخری حصہ ششم)	// //	شمارہ 12 ص 71

﴿طب وصحت﴾

عنوان	ترتیب/تحریر	شمارہ وصفحہ نمبر
دہی (Curd)	حکیم مفتی محمد ناصر	شمارہ 1 ص 88
سَفَرْجَلْ (یعنی بہی)	// //	شمارہ 2 ص 88
سَفَرْجَلْ (یعنی بہی) سے متعلق احادیث کی تحقیق	// //	شمارہ 3 ص 87
''سَفَرْجَلْ'' یا بہی	// //	شمارہ 4 ص 85
''سَفَرْجَلْ'' یا بہی کے چند مرکبات	// //	شمارہ 5 ص 88
حجامہ کی اُجرت ومزدوری کا حکم (قسط 1)	// //	شمارہ 6 ص 85

حجامہ کی اُجرت کے مکروہ ہونے کی احادیث وتشریح	حکیم مفتی محمد ناصر	شمارہ7ص83
حجامہ کی اُجرت سے متعلق محدثین وفقہاء کے اقوال	// //	شمارہ8ص83
احادیث میں ”اِثْمِدْ“ سُرمہ کے فوائد وتاکید	// //	شمارہ9ص84
احادیث میں ”اِثْمِدْ“ سُرمہ کے فوائد وتاکید	// //	شمارہ10ص84
چاولوں کے بارے میں بعض غیر مستند روایات	// //	شمارہ11ص86
چاول	// //	شمارہ12ص77

اخبارِ ادارہ

عنوان	ترتیب/تحریر	شمارہ وصفحہ نمبر
ادارہ کے شب وروز	مفتی محمد ناصر	شمارہ1ص90
ادارہ کے شب وروز	// //	شمارہ2ص90
ادارہ کے شب وروز	// //	شمارہ3ص90
ادارہ کے شب وروز	// //	شمارہ4ص88
ادارہ کے شب وروز	// //	شمارہ5ص90
ادارہ کے شب وروز	// //	شمارہ6ص90
ادارہ کے شب وروز	// //	شمارہ7ص90
ادارہ کے شب وروز	// //	شمارہ8ص88
ادارہ کے شب وروز	// //	شمارہ9ص90
ادارہ کے شب وروز	// //	شمارہ10ص89
ادارہ کے شب وروز	// //	شمارہ11ص89
ادارہ کے شب وروز	// //	شمارہ12ص79

اخبارِ عالم

عنوان	ترتیب/تحریر	شمارہ وصفحہ نمبر
قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں	مولانا غلام بلال	شمارہ1ص91

قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں	مولانا غلام بلال	شمارہ2ص91
قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں	// //	شمارہ3ص91
قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں	// //	شمارہ4ص90
قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں	// //	شمارہ5ص91
قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں	// //	شمارہ6ص91
قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں	// //	شمارہ7ص91
قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں	// //	شمارہ8ص89
قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں	// //	شمارہ9ص91
قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں	// //	شمارہ10ص91
قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں	// //	شمارہ11ص90
قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں	// //	شمارہ12ص80